ماہنامہ
جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
HRCP

Monthly JEHD-E-HAQ - February 2021 - Registered No. CPL-13
(قیمت 10 روپے)
جلد نمبر 28......شمارہ نمبر 2 ...... فروری 2021

ہزارہ برادری کی نسل کشی کب بند ہو گی؟

☆ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:			
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ

3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)		
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل		

7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کارکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آ سکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆ تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف پُر کر کے بھیجیں

فہرست

پریس ریلیز 03

زبیر بلوچ کے گھر پر چھاپہ قابل مذمت ہے 03

ہزارہ مزدوروں کا قتل: ہلاک ہونے والے دس کان کنوں میں سب سے کم عمر احمد والدین کا سہارا بننا چاہتے تھے 04

اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے سپریم کورٹ کا تاریخ ساز فیصلہ 05

انسانی حقوق اور میڈیا 14

پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر میں برف میں ہاتھوں سے راستہ بناتی خواتین پولیو ورکرز 18

اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اقلیتی ڈیسک کا قیام 20

اسامہ ستی قتل: متعلقہ ایس پی اور ڈی ایس پی کے خلاف کارروائی کی سفارش 22

پہلی آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ کے لیے فریحہ عزیز کا چناؤ

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے لیے یہ اعلان باعثِ مسرت ہے کہ پہلی آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ کے لیے فریحہ عزیز کا چناؤ کیا گیا ہے۔محترمہ عزیز پریوینشن آف الیکٹرانک کرائمز ایکٹ 2016 اور پاکستان میں بنیادی حقوق پر اس کے اثرات پر تحقیق کریں گی۔ایچ آر سی پی ان کی تحقیق کے نتائج کی اشاعت اور تشہیر کا فریضہ انجام دے گا۔

ایچ آر سی پی کے اعزازی ترجمان اور نامور صحافی آئی اے رحمان کے اعزاز میں جاری ہونے والی، آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ کا مقصد پاکستان میں انسانی حقوق کے کسی بھی شعبے میں مستند تحقیق کو فروغ دینا ہے۔اس برس گرانٹ کے مستحق کا چناؤ معروف دانشوروں اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی ایک خودمختار کمیٹی نے کیا ہے۔وصول ہونے والی درخواستوں کی وسعت اور گہرائی کی ستائش کرتے ہوئے، کمیٹی نے کہا کہ انتہائی اعلیٰ درجے کے قابل کے امیدواروں میں سے محترمہ عزیز کا چناؤ ان کے لیے بڑا مشکل فیصلہ تھا۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔06 جنوری 2021]

زبیر بلوچ کے گھر پر چھاپہ قابل مذمت ہے

تربت ایچ آر سی پی ریجنل آفس تربت مکران کے ترجمان کی طرف سے ایک پریس ریلیز کے توسط سے 18 جنوری 2021 کی شام کو بی ایس او پجار کے سابقہ چیئرمین زبیر بلوچ کے گھر واقع للین تحصیل تربت ضلع کیچ پر چھاپے کی شدید مذمت کی گئی ہے۔اور اسے داداگری کی ایک واضح مثال قرار دے کر مسترد کر دیا گیا ہے۔پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ 18 جنوری 2021 کی شام کو جبکہ زبیر بلوچ اپنے کسی ضروری کام سے کراچی گئے ہوئے تھے، بعض مسلح سرکاری اور ریاستی اہلکاروں نے نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے، اُن کے گھر میں بلا اجازت گھس کر گھر میں موجود عورتوں کو بلاوجہ بُرا بھلا کہا، مارا پیٹا، اور انہیں ذہنی اور جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا۔اور انہیں دھمکیاں دینے اور ہراساں کرنے کے بعد چلے گئے، یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا سرکاری اور ریاستی اہلکاروں کا کام شہریوں کو تحفظ اور سہولیات فراہم کرنا ہے، یا پھر انہیں بُرا بھلا کہنا، مارنا پیٹا، دھمکیاں دینا اور نقصان پہنچانا ہے؟ پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ سیکورٹی فورسز کا یہ عمل چونکہ غیر آئینی، غیر قانونی، غیر اخلاقی، غیر ذمہ دارانہ، ظالمانہ اور دہشت گردانہ ہے۔جن کی وجہ سے پُر امن گھریلو عورتوں کے بنیادی انسانی حقوق کی صریحاً خلاف ورزیاں ہوئی ہیں۔لہذا اُن کے اس عمل کی شدید مذمت کی جاتی ہے۔اور انہیں سختی سے تنبیہ کی جاتی ہے کہ آئندہ اس قسم کے عمل سے پرہیز کیا جائے۔اور بین الاقوامی قوانین کے ساتھ ساتھ اپنے ملکی آئین وقوانین کی خلاف ورزیاں کرتے ہوئے شریف شہریوں کے بنیادی انسانی حقوق سلب نہ کئے جائیں۔اور ملک کو بدنام نہ کیا جائے۔

(ایچ آر سی پی ریجنل آفس تربت مکران (بلوچستان)

ہزارہ مزدوروں کا قتل: ہلاک ہونے والے دس کان کنوں میں سب سے کم عمر احمد والدین کا سہارا بننا چاہتے تھے

’اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ مجھ سے میرا لختِ جگر ہمیشہ کے لیے چھن جائے گا تو میں اسے کبھی بھی کوئلے کی کان میں محنت مزدوری کے لیے نہیں بھیجتی۔‘

یہ کہنا تھا کوئٹہ کی رہائشی آمنہ بی بی کا جن کا نوجوان بیٹا احمد شاہ ان دس کان کنوں میں شامل تھا جنھیں نامعلوم مسلح افراد نے دو اور تین جنوری کی درمیانی شب بلوچستان کے ضلع کچھی کے علاقے مچھ میں قتل کیا گیا تھا۔

احمد شاہ نہ صرف مارے جانے والے کان کنوں میں سب سے کم عمر تھے بلکہ وہ ایک ذہین طالب علم بھی تھے۔

ان کی والدہ کے مطابق کورونا اور سردیوں کی وجہ سے تعلیمی اداروں کی بندش کے باعث احمد شاہ یہ سوچ کر محنت مزدوری کے لیے گئے تھے کہ اپنے والدین کے لیے کچھ کما سکیں۔

احمد شاہ کو والدین ’بڑا آدمی‘ بنانا چاہتے تھے

احمد شاہ کوئٹہ شہر کے مغرب میں بروری روڈ کے علاقے میں ہزارہ ٹاؤن کے رہائشی تھے۔ ان کی والدہ نے بتایا کہ ان کے تین بچوں میں احمد شاہ سب سے بڑے تھے۔

اگرچہ احمد شاہ ہزارہ ٹاؤن کے رہائشی تھے لیکن ہزارہ قبیلے کے افراد پر حملوں کی وجہ سے وہ کوئٹہ شہر کے دوسرے کونے میں واقع گورنمنٹ موسیٰ کالج میں ایف ایس سی پری انجینیئرنگ کے طالب علم تھے۔

یہ بھی پڑھیے

جب تک وزیر اعظم نہیں آئیں گے ہم میتیں نہیں دفنائیں گے‘

مچھ میں 10 ہزارہ کان کنوں کا قتل، دولتِ اسلامیہ نے ذمہ داری قبول کر لی

’جلد آؤں گا لیکن اپنے پیاروں کو دفنا دیں‘، وزیر اعظم کی ہزارہ مظاہرین سے درخواست

ان کے خاندان کے بہت سارے لوگ پہلے بھی کوئلے کی کانوں میں محنت مزدوری کرتے رہے ہیں۔

چونکہ کوئلے کی کانوں میں کام نا صرف مشکل ہوتا ہے بلکہ حفاظت کے مناسب انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے کان کنوں کی زندگیوں کو ہمیشہ خطرات لاحق رہتے ہیں جس کے پیشِ نظر احمد شاہ کے والدین اُن کو پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بنانا چاہتے تھے۔

آمنہ بی بی نے بتایا کہ احمد شاہ ایک ذہین طالب علم تھے۔

’میرے بیٹے نے پہلی سے ساتویں جماعت تک پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔‘

’میرا بیٹا بڑا آدمی اور ہمارا معاشی سہارا بننا چاہتا تھا‘

انھوں نے احمد شاہ کی تمام تعلیمی اسناد دکھائیں جن کے مطابق ساتویں جماعت کے بعد بھی احمد شاہ امتیازی نمبروں سے پاس ہوتے رہے۔

آمنہ بی بی نے کہا کہ ’احمد کے والد بیروزگار ہیں، ہماری یہ خواہش تھی کہ وہ بڑا ہو کر انجینیئر بنے اور اپنے خاندان کا سہارا بنے۔ وہ خود بھی بڑا آدمی بننے کے لیے بہت زیادہ محنت کرتا تھا۔‘

اپنے ہاتھوں میں ان کی اسناد کو اٹھاتے ہوئے آمنہ بی بی نے سوال کیا کہ ’اب یہ اسناد ہمارے کس کام کی ہیں۔‘

احمد شاہ کے گھر میں ان کی تصاویر اب ان کی باقی رہ جانے والی نشانیوں میں سے ایک ہیں

اگرچہ احمد کم عمر تھے مگر انھوں نے پولیس میں سپاہی بھرتی ہونے کے لیے دو مرتبہ درخواستیں دیں۔ محکمہ پولیس کی جانب سے انھیں بتایا گیا کہ جب وہ 18 برس کے ہو جائیں گے تو وہ سرکاری نوکری کے اہل ہوں گے۔

والدین کا معاشی سہارا بننے کے لیے پرعزم

آمنہ بی بی نے بتایا کہ احمد شاہ جس عمر میں تھے اس میں والدین بچوں کا سہارا بنتے ہیں لیکن احمد شاہ ایک پرعزم اور باہمت بچہ تھا۔

’وہ کہا کرتا تھا کہ اب وہ بڑا ہو گیا ہے، اس لیے وہ اب ہمارا سہارا بنے گا۔ چونکہ اسے کوئی اور کام نہیں کرنے کو نہیں ملا تو اس لیے اسے کوئلے کی کانوں میں محنت مزدوری کے لیے جانا پڑا۔‘

احمد کی والدہ کے مطابق چونکہ احمد شاہ کے ماموں اور دیگر رشتہ دار مچھ میں کوئلہ کانوں میں کام کرتے تھے اس لیے وہ وہاں ماموں کے پاس گیا تھا۔

’پولیس میں بھرتی کے لیے احمد شاہ کی درخواستیں قبول نہ ہوئیں‘

آمنہ بی بی نے بتایا کہ چونکہ احمد شاہ کے والد بیروزگار تھے اس لیے وہ ہمارے لیے بے چین رہتا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ وہ جلد از جلد ہمارا معاشی سہارا بنے۔

’اگرچہ وہ کم عمر تھا مگر پولیس میں بطور سپاہی بھرتی ہونے کے لیے اشتہار آئے تو اس نے دو مرتبہ درخواستیں دیں۔ جب ان کی درخواست دوسری مرتبہ محکمہ پولیس میں جمع کی گئی تو ان کی عمر 17 سال سات ماہ اور 22 دن تھی۔‘

’محکمے کی جانب سے بتایا گیا جب وہ 18 سال کے ہو جائیں گے تو وہ پولیس میں درخواست دینے کے اہل ہوں گے۔‘

’صرف بیٹے کا غم نہیں‘

آمنہ اور ان کے خاندان کے دیگر افراد کا غم صرف ایک بیٹے کو کھو دینے تک محدود نہیں کیونکہ ان کے خاندان کے پانچ لوگ مارے گئے جن میں آمنہ کے بیٹے اور بھائی کے علاوہ تین دیگر قریبی رشتہ دار شامل تھے۔

آمنہ بی بی نے کہا کہ ’ایک تو غربت نے ہمیں مارا ہے جبکہ دوسری جانب مختلف گروہوں نے ہمیں مار دیا۔ ہمارے لوگوں کو طویل عرصے سے مارا جا رہا ہے۔‘

انھوں نے سوال کیا کہ ’آخر ہمارا قصور کیا ہے۔ میرا بیٹا تو ابھی ایک طالب علم تھا۔ اسے بھی مار دیا گیا۔ آخر اس کا کیا قصور تھا؟‘ (بشکریہ بی بی سی اردو)

اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے سپریم کورٹ کا تاریخ ساز فیصلہ

سپریم کورٹ، پاکستان نے 22.09.2013 کو پشاور چرچ پر بم حملہ اور چترال کے قبائلی کلاش کے لوگوں کو دھمکائے جانے کے واقعات کا ازخود نوٹس لیا اور پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کے حوالے سے ایک تاریخ ساز فیصلہ صادر کیا، جس کے مندرجات درج ذیل ہیں۔

سپریم کورٹ آف پاکستان
حقیقی دائرہ اختیار
بینچ:
جناب جسٹس تصدق حسین جیلانی، چیف جسٹس
جناب جسٹس شیخ عظمت سعید، جج
جناب جسٹس مشیر عالم، جج
تاریخ سماعت: 19 جون 2014
فیصلہ
چیف جسٹس آف پاکستان، تصدق حسین جیلانی

''تمام انسان آدم اور حوّا کی اولاد ہیں، ایک عربی کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری حاصل ہے، اسی طرح گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ اور نیک عمل کے۔''

اِن از خود کارروائیوں کا آغاز اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین مجریہ 1973ء کے آرٹیکل 184(3) کے تحت جسٹس ہیلپ لائن نامی تنظیم کی جانب سے موصول شدہ مراسلے کی بنا پر کیا گیا جو پشاور میں ایک چرچ پر کیے جانے والے حملے کے متعلق تھا جس میں تقریباً اکیاسی کے قریب ہلاکتیں (موضوع ایف آئی آر نمبری 728 مورخہ 22-09-2013 زیر دفعات 302/324/427 تعزیرات پاکستان، دفعہ 3/4 آتش گیر مواد کا قانون اور دفعہ 7 انسداد دہشت گردی، تھانہ خان رزاق شہید (قبولی، پشاور) عمل میں آئیں۔

کچھ شکایات ہندو مسلک کے پیروکاروں کی جانب سے بھی موصول ہوئیں جن میں یہ استدعا کی گئی تھی کہ عدالتِ ہٰذا مجاز اتھارٹیز کو ہدایت جاری کرے کہ وہ ایسے حفاظتی اقدامات اٹھائیں جن سے اُن کی عبادت گاہوں کو تحفظ حاصل ہو۔ 20-02-2014 روزنامہ ''ڈان'' میں ایک اداریہ اور خبر شائع ہوئی جس میں یہ زور دیا گیا تھا کہ چترال میں کلاش قبائل اور اسماعیلی فرقہ کے افراد پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوں اور مختلف فرقے اپنا لیں یا پھر مرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ عدالت نے ان تمام واقعات کو بنیادی انسانی حقوق جن کی ضمانت ان شہریوں کو دی گئی ہے اور آئین میں مروّجہ پالیسی اصولوں کی خلاف ورزی شمار کیا۔ عدالت نے یہ ضرورت محسوس کی کہ ان وجوہات کا

> ''تمام انسان آدم اور حوّا کی اولاد ہیں، ایک عربی کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری حاصل ہے، اسی طرح گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ اور نیک عمل کے۔''

جائزہ اس تناظر میں لیا جائے جو ان واقعات کا موجب بنتے ہیں اور ایک ایسا ہدایت نامہ تشکیل دیا جو ان افراد کو حاصل بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے مؤثر کردار ادا کر سکے۔ فاضل اٹارنی جنرل پاکستان اور چاروں صوبائی ایڈووکیٹ جنرلوں کو نوٹسز جاری کیے گئے۔ فاضل اٹارنی جنرل پاکستان نے عدالت ہٰذا کی ہدایت پر مختلف اقلیتی تنظیموں کے نام اور ان کے سربراہان کے نام برائے ریکارڈ پیش کیے تا کہ ان کا نقطہ نظر بھی سنا جا سکے۔ جو درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام اور عہدہ	پتہ	فون نمبر
1	محترم بشپ عرفان جمیل، بشپ، لاہور گرجا گھر، پاکستان	بشپ ہاؤس کیتھڈرل نزد مال روڈ، لاہور	0333-4756730
-2	مسٹر شاہد معراج پرسنل سیکرٹری بشپ لاہور گرجا گھر، پاکستان	بشپ ہاؤس کیتھڈرل نزد مال روڈ، لاہور	0300-8433287
مسیحی برادری / کیتھولک			
3	آرچ بشپ، سبسطین فرانسس شاء، آرچ بشپ، لاہور	1۔ لارنس روڈ لاہور	0307-2346072
-4	مسٹر طارق عنایت، پرسنل سیکرٹری، آرچ بشپ، لاہور	1۔ لارنس روڈ لاہور	0333-4285290
ہندو برادری			
-5	ڈاکٹر رمیش کمار، رکن قومی اسمبلی	سرپرست اعلیٰ پاکستان ہندو کونسل	0333-2277370
سکھ برادری			
-6	پاکستان سکھ گوردوارہ پربندھک کمیٹی	مسٹر جنید احمد، سیکرٹری متروکہ املاک ٹرسٹ بورڈ، لاہور	042-99211035 0330-4661285

کارروائی کے دوران کچھ اہم معاملات عدالت کے روبرو زیر بحث آئے جن پر تفصیلی تذکرہ درج ذیل ہے:۔

-1 یہ اعتراض کہ ہندو لڑکیوں کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے جس کے متعلق فوجداری مقدمات بھی رجسٹرڈ کیے گئے ہیں لیکن ان میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی ہے۔

-2 صوبائی اور وفاقی حکومتوں کی جانب سے پشاور میں چرچ دھماکے کے متاثرین کے لیے اعلان کردہ معاوضے جس کی ادائیگی تا حال نہ کی جا سکی ہے۔

-3 یہ الزام کہ کلاش قبیلہ اور اسماعیلی فرقے سے تعلق رکھنے والوں کو دھمکیوں کا سامنا ہے کہ وہ یا تو اپنے فرقے سے منحرف ہوں یا موت قبول کریں۔

-4 کراچی میں 1926 میں قائم کیے گئے ہندو جم خانے کے متعلق شکایت

-5 کراچی میں کرسچئن مشن سکول سے متعلق شکایت جس میں بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

-6 امرہ پور استھان پر واقع تاریخی ہندو مندر کی بے حرمتی کی شکایت۔

-7 رامیش کمار ونکوانی کی شکایت جس میں انہوں نے یہ الزام لگایا کہ گزشتہ دو ماہ میں صرف صوبہ سندھ میں ایسے چھ واقعات وقوع پذیر ہو چکے ہیں جن میں ہندو مندروں اور عبادت گاہوں کی بے حرمتی کی گئی ہے۔

-8 نادرا اور لوکل کونسل اتھارٹی میں ہندوؤں کی شادیوں کی عدم رجسٹریشن کے متعلق شکایت

-9 مسیحوں کی شادیوں کی عدم رجسٹریشن کے متعلق شکایت۔

-10 پرم ہنس جی مہاراج کی سادھی سے متعلق شکایت۔

-3 عدالت نے فاضل اٹارنی جنرل، ایڈووکیٹ جنرل سندھ، پنجاب، خیبر پختونخوا اور ہندو و مسیحی برادری کو تفصیل سے سُنا۔ جہاں تک ہندو جمخانے کا تعلق ہے تو یہ معاملہ سندھ ہائی کورٹ میں سال 2009 کی

آئینی درخواست نمبر 6 میں زیرِ التواء رہا ہے اور اب یہ معاملہ سال 2014 کی سول اپیل K-16 میں زیر التواء ہے۔ اس لیے یہ معاملہ اُس مقدمے میں علیحدہ سے نمٹایا جائے گا۔ جہاں تک ضلع لاڑکانہ میں مندروں کی بے حرمتی کا تعلق ہے: تو فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل سندھ نے تصدیق کی کہ خطا کاروں کے خلاف تعزیراتِ پاکستان کی متعلقہ شقوں کے تحت مقدمات درج کر لیے گئے ہیں اور ملزمان کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا۔ مسٹر علی شیر جاکھرانی، اے آئی جی (لیگل) سندھ نے سال 2014 کی متفرق درخواست نمبر 2878 جمع کروائی ہے جس میں اس حوالے سے درج کیے گئے مقدمات کی تفصیل دی گئی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

4- ہندو شادیوں کی رجسٹریشن نہ کرائے جانے کا مسئلہ نادرا نے حل کر لیا ہے اور جناب رامیش کمار وانکوانی نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ نادرا نے ہندو شادیوں کے حوالے سے رجسٹریشن اسناد جاری کرنا شروع کر دی ہیں۔ جہاں تک ہندو لڑکیوں کی جبری تبدیلی مذہب کے الزام کا تعلق ہے اگر چہ پنجاب، سندھ، بلوچستان میں مقدمات درج ہوئے ہیں لیکن عمومی طور پر یہ پایا گیا ہے کہ یہ لڑکیاں اپنے آشناؤں کے ساتھ بھاگ کر اپنی مرضی سے شادیاں کر چکی ہیں تاہم عدالت ایسی کسی بات پر تبصرہ نہیں کرے گی جس سے کسی بھی فریق کے عدالتوں کے سامنے زیرِ التواء مقدمات متاثر ہوں۔ فاضل قائم مقام ایڈووکیٹ جنرل پنجاب نے بیان کیا کہ مسیحوں کی شادی کے قانون مجریہ 1872ء کے تحت 150 پادری اور بشپ 20 اضلاع میں پہلے سے ہی رجسٹر کر لیے گئے ہیں اور اگر کوئی بھی مسیحی شادی اس ایکٹ کے تحت لائسنس یافتہ پادری کے زیرِ اہتمام متعلقہ چرچ میں ہوتی ہے تو اُس کو پنجاب مقامی حکومت کے قانون اور اس کے تحت بنائے گئے اصولوں کے تحت رجسٹر کیا جاتا ہے۔ جہاں تک وزیرِ اعظم کے اعلان کردہ معاوضے کی عدم ادائیگی کے سوال کا تعلق ہے اس سلسلے میں فاضل ایڈووکیٹ جنرل خیبر پختونخوا نے کہا کہ صوبائی گورنمنٹ پہلے ہی مطلوبہ فنڈز دھماکا متاثرین میں تقسیم کر چکی ہے۔ جہاں تک کلاش کے اقلیتی لوگوں کو دہشت گردوں کی دھمکیوں کا تعلق ہے تو گورنمنٹ آف خیبر پختونخوا کی حکومت نے اس سلسلے میں مؤثر اقدامات اٹھائے ہیں اور ایڈووکیٹ جنرل خیبر پختونخوا نے کمشنر مالاکنڈ کی رپورٹ پیش کی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

i- کمشنر مالاکنڈ نے اس معاملے پر ضلع چترال کا مورخہ 21 اور 22 فروری 2014 کو دورہ کیا۔ وہ 21 تاریخ کو کلاش کے علاقے وادیٔ بمبوریت بذریعہ گاڑی پہنچے جہاں انہوں نے کلاش کے اقلیتی لوگوں سے ملاقات کی۔ کمشنر صاحب نے اس معاملہ کے متعلق ذاتی طور پر وہاں کے متعلقہ افراد سے ضلعی سطح پر بات چیت کی۔ یہ بات ثابت ہوئی کہ ٹی ٹی پی کی جانب سے یہ کوئی نئی دھمکی نہیں تھی اور بین الاقوامی خبروں میں جس ویڈیو کو دکھایا گیا ہے وہ چترال کے عوام میں تقسیم نہیں کی گئی۔ کلاش کے اقلیتی عوام ضلعی انتظامیہ اور ڈی پی او چترال نے اس رائے کا اظہار کیا کہ یہ خبر پرانی کہانی ہے اور میڈیا کے کچھ لوگوں نے اپنے مفادات کے تحت اسے دوبارہ نشر کیا ہے۔

> **ہندو لڑکیوں کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے جس کے متعلق فوجداری مقدمات بھی رجسٹرڈ کیے گئے ہیں لیکن ان میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی۔**

ii- کمشنر نے کلاش کے اقلیتی افراد کو یقین دلایا کہ حکومت ان کی حفاظت کرے گی اور ان کو بتایا کہ پاک آرمی کی AK-42 رجمنٹ پہلے ہی علاقے میں تعینات کر دی گئی ہے۔ پولیس کی ایک اور کمک وادیٔ بمبوریت پہنچ چکی ہے۔ پولیس اسٹیشن بمبوریت میں 55 افراد کی نفری ہے اس کے علاوہ اسپیشل فورس کے 15 جوان اور 15 بارڈر فورس کے جوان نہایت مستعدی سے علاقے میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر نے بتایا کہ وادیٔ کلاش کی سرحد افغانستان کے صوبے نورستان سے ملتی ہے لیکن فی الحال علاقہ آمد و رفت کے قابل نہیں کیونکہ ہر طرف برف ہے اور آرانڈو سے گکلو تک تقریباً 16 چیک پوسٹیں ہیں۔ ان تمام 16 چیک پوسٹوں پر پاکستان آرمی اور LEAs کے جوان ہر وقت گشت کرتے ہیں جس کی بنا پر نورستان سے پاکستان کی سرزمین میں داخلہ تقریباً ناممکن ہے۔ بہر حال جیسے کہا گیا ہے کہ LEAs والے ان 16 چیک پوسٹوں پر مستعدی سے موجود ہیں تاکہ طالبان کی طرف سے کسی بھی کارروائی کا جواب دیا جا سکے۔

iii- کلاش اقلیت کے نمائندوں نے انتظامیہ پر مکمل بھروسے کا اظہار کیا اور انہوں نے کہا کہ وہ وادی کی حفاظت کے لیے کیے گئے انتظامات سے مطمئن ہیں۔ انہوں نے کمشنر کی آمد کو سراہا جس کا مقصد ذاتی طور پر علاقے کی صورت حال کا جائزہ لینا اور کلاش کے اقلیتی افراد سے ان کے تحفظات معلوم کرنا تھا۔ کمشنر صاحب نے وہاں ایک جنازے میں بھی شرکت کی جو کلاش کی اقلیتی برادری کے ایک بزرگ کا تھا جو اسی دن فوت ہوا تھا۔ ان لوگوں نے کمشنر صاحب کی جنازے میں شرکت کو بھی سراہا۔ اس موقع پر کمشنر صاحب نے ان کو اپنے رواج کے مطابق رسومات ادا کرنے کی اجازت دی اور انہیں یقین دلایا کہ اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔

iv- مورخہ 22 تاریخ کو اسماعیلی فرقے کے لوگوں کے ساتھ گورنر کی چترال کی رہائش گاہ پر ضلعی انتظامیہ کی موجودگی میں ملاقات ہوئی۔ ضلعی طور پر معلومات حاصل کی گئی۔ چترال کے اسماعیلی فرقے نے ایف ایم چینل پر ایک اشتعال انگیز تقریر کا حوالہ دیا۔ یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ ایف ایم چینل ایک مذہبی چینل ہے جس کو پیمرا نے قانون کے تحت اجازت دی ہوئی ہے، تاہم ضلعی انتظامیہ نے اس کے مالک کو طلب کیا اور اس کو تنبیہ کی گئی اور سختی سے ہدایات دی گئیں کہ براہ راست گفتگو نشر نہ کی جائے بلکہ پہلے سے ریکارڈ شدہ مواد جس کا ضلعی انتظامیہ جائزہ لے کر اجازت دے نشر کیا جائے۔ چترال میں کوئی فساد برپا ہونے سے قبل ہی ایک بروقت اقدام کر لیا گیا تاکہ علاقے کے تمام مسالک میں ہم آہنگی پیدا کی جا سکے۔ کمشنر نے ضلعی انتظامیہ کو ہدایت کی کہ وہ ایف ایم چینل کی نگرانی کریں اور اگر وہ ضلعی انتظامیہ سے کیے گئے معاہدے کی خلاف ورزی کرے تو پیمرا کو اس کا لائسنس منسوخ کرنے کا کہا جائے۔

v- اسماعیلی فرقے کو یقین دلایا کہ انتظامیہ اس تمام صورت حال سے بخوبی واقف ہے اور کمشنر صاحب نے انہیں مطلع کیا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں ہر شخص کو آزادی کا حق دیا گیا ہے اور حکومت اسماعیلی فرقے کے تحفظ اور سلامتی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گی۔ جنہوں نے نا صرف چترال بلکہ پورے ملک کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

کمشنر صاحب نے خاص طور پر چترال اور شمالی علاقہ جات میں اسماعیلی فرقے کے لوگوں کے ملک کی ترقی میں کردار کو سراہا۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سر سلطان محمد آغا خان سوئم نے مسلم لیگ کی بنیاد 1906 میں رکھی اور بعد ازاں تحریکِ آزادی کے لیے جدوجہد کی۔ ضلعی انتظامیہ کو ہدایت دی گئی کہ وہ اسماعیلی فرقے کے لوگوں کے ساتھ علاقے میں امن قائم کرنے کے لیے رابطہ رکھیں۔

vi- اس کے علاوہ انتظامیہ اور پاک آرمی نے علاقے کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ہر ممکن قدم اٹھایا ہے۔ یہاں یہ بتانا بہت ضروری ہے کہ مورخہ 22 فروری کو جنرل آفیسر کمانڈنگ div 17 پاک آرمی کے جنرل جاوید بخاری نے بھی وادیٔ کلاش کا دورہ کیا اور حفاظتی انتظامات کا جائزہ لیا۔ اس سے چترال کے عوام کا خاص طور پر کلاش کی اقلیتی برادری اور اسماعیلی فرقے کے لوگوں کا حوصلہ بلند ہوا۔

2- اسماعیلی فرقے اور کلاش کے اقلیتی لوگوں نے میڈیا میں اس خبر کے آنے کے بعد ضلعی انتظامیہ کی جانب سے اٹھائے گئے اقدامات کو سراہا اور اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ اس معاملے میں دونوں فرقوں کے لوگوں نے ضلعی حکومت کی جانب سے علاقے کے لوگوں سے رابطہ کرنے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ یہ بات پورے اطمینان سے بتائی گئی کہ چترال میں کوئی مذہبی ٹکراؤ نہیں ہے اور تمام فرقے باہم ہم آہنگی سے رہ رہے ہیں۔ میڈیا میں جو کچھ دکھایا جا رہا ہے وہ ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے۔

5- فاضل اٹارنی جنرل پاکستان نے ایک متفرق درخواست نمبر 3426/2014 جمع کروائی جو ایک نوٹیفکیشن کے بارے میں ہے جسے گورنمنٹ آف پاکستان کیبنٹ سیکرٹریٹ اسٹیبلشمنٹ ڈویژن نے مورخہ 26.05.2009 کو شائع کیا جس کے مندرجات مندرجہ ذیل ہیں۔

''زیر دستخطی کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بیان کرے کہ وفاقی حکومت نے ملازمتوں میں اقلیتوں کے لیے 5% کوٹہ مختص کیا ہے جیسا کہ پاکستان کے آئین 1973 میں آرٹیکل (b)(3)260 میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کوٹہ کا وفاقی حکومت کی تمام سروسز پر اطلاق ہو گا جن کا انتخاب براہ راست کیا جائے گا جس میں CSS بھی شامل ہے اور اہلیت کی بنیاد پر بھی وہ اس کے علاوہ حصہ لے سکتے ہیں۔

2- اس مختص کوٹہ کے اصول بالکل اسی طرح کے ضوابط ہیں جو خواتین کے کوٹے کے متعلق اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کے آفس میمو نمبر O.M.No.4/15/2006-F.2 مورخہ 22-05-2007 کے تحت جاری کردہ قاعدہ ہیں اور ان کو پورے صوبے کے حصے کے طور پر لیا جائے گا جیسا کہ اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کے MoM.No. 4/10/2006 R-2 مورخہ 22-05-2007 میں بیان کیا گیا ہے اور یہ غیر مسلم کے لیے صوبے میں اس کے حصے کے مطابق ہو گا۔

3- اوپر بیان کیا گیا کوٹہ درج ذیل میں استعمال نہیں ہو گا۔

وزارتوں/ڈویژنوں سے گزارش ہے کہ مندرجہ بالا ہدایات تمام متعلقہ افراد کے علم میں لائیں تاکہ مستقبل میں تقرری کے وقت تعمیل کی جا سکے۔

i- میرٹ کی بنیاد پر بھرتی کی جانے والی آسامی کی فیصدی مقدار پر،

ii- وہ بھرتی جو کہ ترقی کے ذریعے یا تبادلہ کے ذریعے متعلقہ قوانین کے تحت کی جائے۔

iii- مختصر مدتی آسامیاں جو چھ ماہ سے کم عرصہ میں ختم ہوں، اور

iv- جداگانہ آسامیاں جو کہ شاذ و نادر وجود میں آئیں۔

4- اسامیاں جو کہ اقلیتوں (غیر مسلمانوں) کے لیے مخصوص ہوں جن کے لیے اہل امیدواران دستیاب نہ ہوں، اُن کو اقلیتی (غیر مسلم) امیدواروں سے ہی پُر کیا جائے گا۔

5- یہ احکامات تمام ذیلی محکمہ جات/ خود مختار/ نیم خود مختار اداروں/ کارپوریشنوں/ پبلک کارپوریشنوں اور کمپنیز وغیرہ جو کہ انتظامی طور پر وفاقی حکومت کے ماتحت ہیں میں ابتدائی تقرریوں پر لاگو ہوں گے۔

6- وزارتوں/ڈویژنوں سے گزارش ہے کہ مندرجہ بالا ہدایات تمام متعلقہ افراد کے علم میں لائیں تاکہ مستقبل میں تقرری کے وقت تعمیل کی جا سکے۔

7- کسی بھی مشکل کے خاتمہ کے لیے اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کی وضاحت حتمی ہو گی۔

6- فاضل افسر قانون نے مزید کہا کہ درج بالا نوٹیفکیشن کا ذکر فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے قواعد برائے مقابلہ امتحان 2014 میں بھی موجود ہے۔ فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب نے بھی ایک نوٹیفکیشن مورخہ 27-03-2010 جو ذیل میں دیا گیا ہے کی نقل ریکارڈ میں پیش کی۔

نمبر SCR-111(S&GAD)1-35893

پنجاب سول سرونٹس ایکٹ (VII of 1974) 1974 کے تحت حاصل شدہ اختیارات کے تحت اور گزشتہ نوٹیفکیشن نمبری 30R-111(S&GAD)1-35/1993 مورخہ 23-10-2009 کے تحت پنجاب کے گورنر نے حکم دیا ہے کہ باوجود دیگر تمام سروسز/ تعیناتی احکامات جو کہ تعیناتی کے طریقہ کار میں درج ہیں مستقبل میں مشتہر ہونے والی تمام آسامیوں کا بشمولہ آسامیاں جو پنجاب پبلک سروس کمیشن کے مقابلے کے امتحان کے ذریعے پُر کی جائیں کا پانچ فیصد کوٹہ اقلیتوں (غیر مسلموں) کے لیے مخصوص کیا جائے گا جیسا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973 کے آرٹیکل (3) 260 (b) میں ذکر کیا گیا ہے۔ مگر تمام مجوزہ شرائط جو متعلقہ سروس رولز میں درج ہیں کا نفاذ جاری رہے گا۔

2- آسامیوں کے بارے میں متذکرہ بالا تحفظات درج ذیل پر لاگو نہیں ہوں گے۔

(i) تقرری جو ترقی یا تبدیلی کے متعلقہ قواعد کے مطابق ہو۔

(ii) مختصر مدتی آسامیاں جو چھ ماہ سے کم عرصہ میں ختم ہو جائیں۔

(iii) جداگانہ آسامیاں جو کہ شاذ و نادر وجود میں آئیں۔

(iv) آسامیاں جو اقلیتوں کے لیے مخصوص ہیں جن کے لیے معیاری امیدواران دستیاب ہوں۔ یہ آسامیاں غیر مخصوص تصور ہوں گی اور میرٹ پر پُر ہوں گی۔

7- فاضل ایڈووکیٹ جنرل، خیبر پختونخوا نے بھی اقرار کیا کہ خیبر پختونخوا سول سرونٹس (تقرری، ترقی اور تبدیلی) قاعدہ جات 1989ء کے قاعدہ نمبر 10 میں خصوصی طور پر درج ہے کہ تمام صوبائی سروسز میں پانچ فیصد کوٹہ اقلیتوں کے لیے مخصوص ہے۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان نے بھی صوبائی سروس میں اقلیتوں کے لیے خاص کوٹہ مخصوص کرنے کے بارے میں ایسا ہی بیان دیا۔

8- عدالت اس نتیجے پر پہنچی کہ اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کے واقعات سے گریز کیا جا سکتا ہے اگر متعلقہ حکام مناسب وقت پر حفاظتی اقدامات کر لیں۔ عدالت نے دیکھا کہ قانون نافذ کرنے والے

اداروں کی طرف سے عدم کارروائی اُن کی متعلقہ قانون کے بارے میں مناسب آگہی کی کمی کی وجہ سے تھی۔ مثال کے طور پر عدالت کو حیرانگی ہوئی جب فاضل ایڈووکیٹ جنرل سندھ نے عدالت کے استفسار پر بتایا کہ اقلیتی عبادت گاہوں کی بے حرمتی تعزیراتِ پاکستان کے تحت نہ تو بے حرمتی ہے اور نہ ہی ایک جرم ہے۔ جب تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 کے بارے میں استفسار کیا گیا تو اُس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہ تھا سوائے یہ بات ماننے کے کہ عبادت گاہوں کی بے حرمتی چاہے غیر مسلموں کی کیوں نہ ہو تعزیراتِ پاکستان کے تحت ایک جرم ہے۔

9- عوام میں اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں آگاہی کا فقدان ہے یہاں تک کہ جن کے ذمہ قانون کا نفاذ ہے وہ اس معاملے کے بارے میں مکمل طور پر آگاہ نہیں ہیں۔ یہ دہرانا ضروری ہے کہ آئین کے تحت اقلیتوں کا ایک خاص مقام ہے۔ آئینی مقام کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ یہ ایک وجدانی تصوّر ہے کہ اگر آرٹیکل 20 کے تحت آزادیِ مذہب کے حق کی اس انداز میں وضاحت کی جائے جس سے پاکستان میں اقلیتی مذاہب کی مذہبی آزادی میں مداخلت متصوّر ہو۔ طیب محمود، پروفیسر سیٹل یونیورسٹی سکول آف لاء اور سنٹر برائے گلوبل جسٹس کے ڈائریکٹر کے مطابق۔ ''اعتقاد اور مذہب کی پیروکاری کی آزادی کے بارے میں واضح یقین دہانیوں، قانون کی حکمرانی، مناسب طریقہ کار، مساوی تحفظ اور ترقیاتی قانون سازی کا ایجنڈا جو کہ تحریکِ پاکستان کے راہنماؤں نے پیش کیا دراصل پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے ساتھ تسلیم شدہ سماجی معاہدہ ہے۔''2- آل انڈیا مسلم لیگ سے منظور شدہ کئی تجاویز اور قراردادوں میں تمام معاشروں میں مذہبی اعتقاد کی آزادی کا تحفظ اور پیروکاری کو بالاتر حق قرار دیا گیا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ آل پاکستان مسلم لیگ کے اراکین سیکولر اور آزاد خیال سوچ سے بے حد متاثر تھے، تحریکِ پاکستان کا نظریہ ہندوستان میں مسلم اقلیت کے لیے ایک علیحدہ ریاست کا قیام تھا جو اُن کے مفادات کا تحفظ کرے۔ مگر یہ آزادیاں مسلم اقلیت کے تحفظ تک محدود نہیں تھیں بلکہ تمام مذہبی اقلیتوں کا تحفظ تھا۔ محمد علی جناح کی طرف سے پیش کردہ مجوزہ آئینی تبدیلیوں کے بارے میں مشہور چودہ نکات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ''مکمل مذہبی آزادی، یعنی کہ اعتقاد کی آزادی، عبادات اور پیروکاری، پراپیگنڈہ، تنظیم اور تعلیم یعنی تمام طبقات کو تحفظ فراہم کیا جائے گا۔''3- مزید یہ کہ ان علاقوں میں اقلیتوں کے لیے مناسب مؤثر اور ضروری تحفظات آئین میں خصوصاً درج کیے جائیں تاکہ اُن کے مذہبی، ثقافتی، معاشی اور سیاسی مفادات اور ان قلیتوں کے باہمی مشاورت سے انتظامی اور دیگر حقوق کو تحفظ بخشا جا سکے۔'' جو آل انڈیا مسلم لیگ کے 27 ویں سالانہ اجلاس جو کہ 22 سے 24 مارچ 1940 کو لاہور میں منعقد ہوا جو اب یوم پاکستان کے نام سے منایا جاتا ہے، میں پیش کردہ قرارداد کا متن بھی تھا۔ لہٰذا ہمارے ملک کی بنیاد ہی تمام مذہبی حقوق کی پاسداری بالخصوص اقلیتوں کے مذہبی حقوق کے تحفظ پر رکھی گئی ہے۔

عوام میں اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں آگاہی کا فقدان ہے یہاں تک کہ جن کے ذمہ قانون کا نفاذ ہے وہ اس معاملے کے بارے میں مکمل طور پر آگاہ نہیں ہیں۔

10- اوپر بیان کردہ تاریخی تناظر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تمام دستاویزات بشمول اسلامی شقات، میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی اور حقوق کو شامل کیا گیا۔ دستورِ پاکستان 1973 کی متعلقہ شقات نیچے بیان کی گئی ہیں۔

(a) مذہب (ابتدائیہ دفعات (2,20,21,22,26,27

(b) اسلام (ابتدائیہ دفعات 1,2,19, 31, 40, 62(d)(e), 203(C(3A), 203D, 203E, 203H, 227, 228, 229, 230, 231)

(c) مسلمان (ابتدائیہ دفعات 31, 40, 41, 60(3) (a), 91, 203(c), 203(2), 203E(4), 203F(3) (a), 227, 230)

(d) قرآن و سنت (ابتدائیہ دفعات 227, 228,230)

(e) مذہب (دفعات 20,28,33,227)

(f) عقیدہ و یقین اور پرستش (ابتدائیہ)

(g) غیر مسلم (دفعات 37, 51, 59, 62, 106, 224, 227, 260 (3) (b)

(h) اقلیت (ابتدائیہ دفعہ 36)

11- اوپر بیان کی گئی مذاہب کے متعلق دستور کی مختلف شقات ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ مختلف افراد اور اداروں کو مختلف قسم کے حقوق اور مراعات دی گئی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(a) اسلام کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔

(b) مسلمانوں کو غیر مسلم کے مقابلے میں کچھ مراعات دی گئی ہیں (مثلاً آرٹیکل 41 اور 91 کے تحت صدر اور وزیراعظم کا انتخاب صرف مسلمانوں کیا جائے گا)

(c) مختلف شقات اسلامی طرزِ زندگی کے یقینی نفاذ کے لیے بنائی گئی ہیں۔ مثلاً اسلامی نظریاتی کونسل اور اسلامی شرعی عدالت کا قیام۔

(d) شق "c" میں مروّجہ اسلامی طرزِ زندگی کے مثبت نفاذ کے لیے مختلف عقائد کو تسلیم کیا گیا ہے۔ (مثلاً آرٹیکل 227 اور 228

(e) غیر مسلم اور اقلیتوں کو مختلف تحفظات اور حقوق دیے گئے ہیں۔

(f) اوپر پیرا نمبر a سے e میں بیان کیے گئے حقوق و رعایات کے علاوہ مذہبی آزادی کا حق تمام شہریوں، تمام مذاہب اور عقائد کو دیا گیا ہے۔

12۔ وہ شقات جو مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کے متعلقہ ہیں کا حوالہ قابلِ ذکر ہوگا۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کے تابع،......

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب پر کار بند رہنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا؛ اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار رکھنے اور ان کا انتظام و انصرام سنبھالنے کا حق ہوگا۔

21۔ کسی شخص کو کوئی ایسا خاص محصول ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کی آمدنی اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ و ترویج پر صرف کی جائے۔

22۔ (الف) کسی تعلیمی ادارے میں تعلیم پانے والے کسی شخص کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا کسی مذہبی تقریب یا عبادات کا تعلق اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو۔

(2) کسی مذہبی ادارے کے سلسلے میں محصول لگانے کی

بابت استثناء رعایت منظور کرنے میں کسی فرقے کے خلاف کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔

(3) قانون کے تابع......

(الف) کسی مذہبی فرقے یا گروہ کو کسی تعلیمی ادارے میں جو کلی طور پر اس فرقے یا گروہ کے زیرِ اہتمام چلایا جاتا ہو، اس فرقے یا گروہ کے طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کی ممانعت نہ ہوگی؛ اور

(ب) کسی شہری کو محض نسل، مذہب، ذات یا مقام پیدائش کی بنا پر کسی ایسے تعلیمی ادارے میں داخل ہونے سے محروم نہیں کیا جائے گا جسے سرکاری محاصل سے امداد ملتی ہے۔

(4) اس آرٹیکل میں مذکورہ کوئی امر معاشرتی یا تعلیمی اعتبار سے پسماندہ شہریوں کی ترقی کے لئے کسی سرکاری ہیئت مجاز کی طرف سے اہتمام کرنے میں مانع نہ ہوگا۔

28۔ آرٹیکل 251 کے تابع، شہریوں کو کسی طبقہ کو، جو ایک الگ زبان، رسم الخط یا ثقافت رکھتا ہو، اسے برقرار رکھنے اور فروغ دینے اور قانون اور قانون کے تابع، اس غرض کے لئے ادارے قائم کرنے کا حق ہوگا۔

36۔ ریاست، اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا، جن میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے، تحفظ کرے گی۔

13۔ انسانی تاریخ میں مذہب نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ مذہب نے صدیوں تک افراد کے ذہنوں اور کردار کو متاثر کیا ہے۔ مذہبی آزادی کا مطلب فرد کی وہ آزادی ہے جس میں وہ ایسا مذہب یا عقیدہ اختیار کرے جو اس کو روحانی تسکین عطا کرے۔ تاہم مذہب کی اصطلاح کی ٹھوس بنیادوں پر تعریف کرنا مشکل ہے، تاہم مذہبی آزادی کی اس طرح تشریح کرنی چاہئے جس میں مذہبی سوچ خیالات واظہار اور عقائد کی آزادی شامل ہو۔ انفرادی خودمختاری اور معقولیت خودمختار جمہوریتوں کا وقت ہے۔ پس وہ انفرادی آزادی جو مذہبی آزادی کے بہاؤ سے حاصل ہو اس کی تشریح مذہبی اعتقاد کے حق اور مخصوص طبقاتی آزادی کی بناء پر کر کے اس پر بند نہیں باندھا جاسکتا ہے 4''۔ اقوامِ متحدہ کی قرارداد برائے سیاسی اور سماجی حقوق 1966 کا آرٹیکل 18 کچھ اس طرح بیان کرتا ہے:۔

''ہر ایک کو فکر، ادراک اور مذہب کی آزادی ہے۔ اس حق میں اپنی مرضی کا مذہبی، عقیدہ رکھنے یا منتخب کرنے کی آزادی، اور انفرادی یا اجتماعی یا سرعام یا نجی طور پر اپنے مذہب یا عقیدے کی پیروی کرنا، مشاہدے، عمل اور فروغ دینے اور تعلیمات عام کرنے کی آزادی دیتا ہے''۔

14۔ مذہب اور عقیدے کی آزادی کے بنیادی حق کی بین الاقوامی سطح پر مذہب اور عقیدے کی بنیاد پر عدم برداشت اور تفریق کو ختم کرنے کی قراردادوں کے تحت وضاحت کی گئی ہے۔ یہ انسانی حقوق کی اقدار اخلاقی نظرثانی کا کام کرتی ہیں اور ان حقوق کو مقامی قوانین میں شامل کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ عدالتِ عظمیٰ نے بین الاقوامی انسانی حقوق کی روایات کو کئی مقدمات میں اجاگر کیا ہے۔5۔ ان شقات کے مطالعہ سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ ادراک کی آزادی کو مذہب کی آزادی سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح ادراک کی آزادی انفرادی حق ہے اسی طرح مذہب کے حق میں انفرادی اور اجتماعی دونوں تعبیریں شامل ہیں۔ آئین کی شق نمبر 20 کی ذیلی شق (a) انفرادی اور اجتماعی مذہبی آزادی کے حق کا اعادہ کرتی ہے اس میں دیا گیا ہے ''ہر شہری'' اور ''ہر مذہبی فرقہ اور گروہ'' اور ایک پہلو دوسرے پر غالب نہیں آسکتا۔ مزید برآں مذہبی آزادی کا انفرادی پہلو دونوں صورتوں یعنی بین المذاہب اور درون مذاہب تنازعات پر لاگو ہوتا ہے۔

کسی مذہبی فرقے یا گروہ کو کسی تعلیمی ادارے میں جو کلی طور پر اس فرقے یا گروہ کے زیرِ اہتمام چلایا جاتا ہو، اس فرقے یا گروہ کے طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کی ممانعت نہ ہوگی۔

15۔ اقلیتوں کے حقوق کے متعلق تمام شقات میں سے آرٹیکل 20 کو مثالی اہمیت حاصل ہے۔ اس شق کا باریک بینی سے مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ مذہب پر عمل کی آزادی اور مذہبی اداروں کے انتظام کے متعلق شق کثیر جہتی معنی متعارف کرتی ہے کیونکہ

a۔ اس آرٹیکل کے تحت مذہبی حقوق کی آگاہی اکثریتی اور اقلیتی یا مسلمان اور غیر مسلمان میں کوئی تفریق نہیں کرتی۔ یہ مذہبی تحفظ میں مساوات کے متعلق فطرت کی شق پر شہری، ہر مذہبی گروپ اور ہر فرقہ پر یہاں لازم کرتی ہے۔ مساوی مذہبی تحفظ کی شق، آرٹیکل 4 اور 25 میں مروجہ قانون کے تحت مساوی انصاف اور قانون کے تحت مساوی تحفظ کی شقات سے باہم مماثل ہے۔ دوسرے الفاظ میں جہاں تک مذہبی حقوق کی آگاہی کا معاملہ ہے شہریوں کے درمیان، مذہبی، گروہی اور فرقہ وارانہ کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ مکمل مساوات ہے۔

b۔ مذہبی حقوق کی آگاہی ایک بنیادی حق ہے۔ اس کو آئین کی کسی اور شق کے زیرِ اثر یا ماتحت نہیں رکھا گیا ہے کیونکہ یہ صرف قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کے زیر اثر ہے نہ کہ آئین کی کسی مذہبی شق کہ ان قانونی شرائط، قیام امن اور اخلاقیات کو غیر مذہبی شرائط کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے کیونکہ قانون، امن عامہ یا اخلاقیات کی اصطلاحات ان اصطلاحات کے اسلامی معنی تک محدود نہیں۔ لہذا آئین کے آرٹیکل 20 کو اس بنیاد پر فضیلت حاصل ہے کہ صرف اس شق کے تحت قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کی تشریح اس قدر محدود انداز میں نہیں کی جاسکتی جو مذہبی آگاہی کے حقوق کو محدود یا کم کرے۔

c۔ تبلیغ اور عمل کا حق نہ صرف مذہبی گروہوں پر بلکہ ہر شہری کو بھی مہیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شہری کے پاس اپنے مذہبی خیالات پر عمل کرنے اور اس کو پھیلانے کا حق حاصل ہے چاہے اس کے خیالات اس نے اپنے مذہبی گروہوں اور فرقوں کی مروجہ سوچ سے مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔ باالفاظ دیگر نہ تو مذہبی گروہ یا فرقے کی اکثریت نہ ہی مذہبی گروہ یا فرقے کی اقلیت کسی شہری پر اپنے عقیدے کو مسلط کر سکتی ہے۔ لہذا یہ نہ صرف مذہبی گروہ اور فرقے کو ایک دوسرے سے تحفظ فراہم کرتا ہے بلکہ ہر شہری کو اس کے ساتھی اور ہم عقیدہ کے نظریات لاگو کرنے سے بچاتا ہے۔ یہاں کہنا ضروری ہے کہ شہری سے مراد مرد اور عورت دونوں ہیں (آرٹیکل 263) جو نکتہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ بہت سے مذاہب اور عقائد کے تحت عورتوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور انہیں کمتر قرار دیئے جانے کی روایت پر قدغن عائد کرتا ہے۔

d۔ جہاں تک مذہبی گروہ بندی کا تعلق ہے ہر مذہبی فرقے کو یہ اضافی حق دیا گیا ہے کہ وہ مذہبی ادارہ بنائے اور ان کا انتظام اور انصرام سنبھالے۔ اس طرح ایک ہی مذہبی ادارے کے اندر ایک عقیدے کو دوسرے عقیدے سے تحفظ بخشا گیا ہے۔

e۔ مذہبی آزادی کا حق ہر شہری کو تین مختلف قسم کے حقوق دیتا ہے۔ یعنی مذہب اختیار کرنے کا حق، مذہبی عبادت کا حق اور مذہبی تبلیغ کا حق۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئین کا آرٹیکل 20 صرف نجی طور پر مذہب پر عمل کرنے کا حق نہیں دیتا بلکہ نجی اور عوامی دونوں سطح پر مذہب پر عمل پیرا ہونے کا حق دیتا ہے۔ یہاں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ تبلیغ کا یہ حق صرف مسلمانوں تک محدود نہیں کہ وہی اپنے مذہب کی تبلیغ کریں بلکہ یہ حق دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی حاصل ہے کہ وہ نہ صرف اپنے مذہب کے لوگوں کو اس کی تبلیغ کریں بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو تبلیغ کریں۔ اس حق کو اس تناظر میں نہیں دیکھنا چاہئے کہ اس سے لوگوں کی مذہبی تبدیلی کو حوصلہ افزائی ہوگی بلکہ اس کا اہم پہلو یہ ہے کہ اس سے زبردستی مذہب کی تبدیلی یا دوسروں پر اپنے نظریات تھوپنے کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے کیونکہ جب سب شہریوں کو تبلیغ کا حق حاصل ہے پھر کسی شہری کو دوسروں کو زبردستی مذہب کی تبدیلی یا ان پر اپنے عقائد نافذ کرنے کا حق حاصل نہیں۔

16۔ آرٹیکل 20 میں طبقاتی حقوق کے ساتھ ساتھ انفرادی حقوق کی ضمانت بھی دی گئی ہے کہ انہیں اپنے اور دیگر مذہبی طبقات سے تحفظ بخشا جائے بنیادی مقصد معاشرے سے مذہبی تعصب کا قلع قمع ہے۔

ایک انگریزی سیاسی مفکر جان ایسٹورٹ مل نے اپنی کتاب آزادی (1859) میں قرار دیا کہ عظیم مصنفین، جنہیں دنیا احترام دیتی ہے کی نظر میں مذہبی آزادی کے لیے ضروری ہے، کہ تخیلات کی آزادی کو ایک ناقابل تردید حق مانا جائے، اور اس چیز کی مکمل تردید کی ہے، کہ بنی نوع انسان اپنی مذہبی آزادی کے لیے دوسروں کو ذمہ دار ٹھہرائیں۔ قدرتی عمل ہے کہ انسان ان عوامل جن سے انہیں حقیقی لگاؤ ہو عدم برداشت رکھتے ہیں۔ مذہبی آزادی کو مشکل سے کہیں عملی طور پر قبول کیا جاتا ہے، ماسوائے جہاں مذہبی اختلافات موجود ہوں اور جوان نظریاتی اختلافات کی وجہ سے اپنے امن کو برباد کرنا پسند نہیں کرتے۔ یہ امر مذکورہ آزادی کے حجم میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

17۔ اس کے برعکس مغرب میں مذہب اور ریاست کے درمیان علیحدگی اور آخر کار نشاط ثانیہ کے ارتقاء نے ایک ایسے دور کا آغاز کیا جو موضوعاتی استدلال، آزاد خیال جمہوریت، آزادی اور سیکولرازم پر مشتمل تھا۔ جمہوریت اور عقلی بنیادوں پر بہت جلد یہ محسوس کرلیا گیا کہ مذہب کو مکمل طور پر علیحدہ نہیں کیا جاسکتا مذہب کا سیاسی مقصد اختلافات، انتہا پسندی اور سچائی کی اجارہ داری کے دعوؤں کی نذر ہوگیا، جس کی مثال تاریخ میں انسانی المیوں کے بغیر نہیں ملتی۔ مذہب کی آزادی کے حقوق کی وضاحت کرتے ہوئے ہمیں مذہبی رواداری کو فروغ دینا چاہئے جو مذہبی آزادی کے حق کی تشریح کا پس پردہ مقصد ہے۔ برصغیر میں انفرادی مذہبی حق کو معاشرے کے حق پر ترجیح دی گئی ہے جس کا ذکر بھارت کے Indian case of Sardar Syedna سردار سیدنا کے مقدمہ میں ہوا۔ یہ ضروری ہے کہ مذہبی آزادی کے حق کو بطور بنیادی اور ناقابلِ تنسیخ حق کے رائج کیا جائے، جبکہ ساتھ ہی اس حق کو

جب سب شہریوں کو تبلیغ کا حق حاصل ہے پھر کسی شہری کو دوسروں کو زبردستی مذہب کی تبدیلی یا ان پر اپنے عقائد نافذ کرنے کا حق حاصل نہیں۔

طبقاتی سطح پر محفوظ کرنے اور تحفظ فراہم کرنے کی ضرورت ہے جہاں آخر الذکر بعد الذکر کی حق تلفی نہ کرے۔ جیسا معروف فرانسیسی ادیب، مورخ اور فلسفی والٹیر نے اپنی کتاب 'رسائل بر رواداری' 1763 میں قرار دیا' مذاہب، ہمیں اس دنیا اور آخرت میں خوش رکھنے کے لیے تخلیق دیئے گئے ہیں، لیکن آنے والے وقتوں میں جو امر ہمیں مسرت بخشے گا، وہ انصاف پر قائم رہنا ہے۔

18۔ تاہم جو سوال زیرغور ہے وہ یہ ہے کہ آیا آئین میں اقلیتوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں ان کی حقیقتاً پاسداری ہورہی ہے یا نہیں؟

19۔ اس سوال کا بہترین انداز میں حوصلہ افزا جواب اس صورت دیا جاسکتا ہے جب ملک کے سماجی وسیاسی حالات کو مدنظر رکھا جائے۔ پاکستان ایک ناپختہ جمہوری عمل کا حامل ملک ہے اور دوسرے ممالک کی طرح (جو غریب ہیں) سیاسی اور سماجی مسائل سے نبرد آزما ہے۔ زیادہ تر سیاسی ادارے ابھی ارتقا کے مراحل میں ہیں۔ تاہم جمہوری حکومت کے چیدہ چیدہ خصوصیات میں مکمل دیانتداری اور روزمرہ زندگی میں مساوات وانصاف کے بنیادی اصولوں کی پاسداری بلاامتیاز رنگ ونسل، ذات پات اور مذہب شامل ہیں۔

جمہوریت کے حصول کے لیے یہ ضروری ہے کہ مندرجہ بالا مسائل سے احسن طور پر نمٹا جائے، جمہوریت غیر مخلوط نعمت نہیں۔ ایک جانب یہ اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے اور دوسری جانب یہ ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کرتی ہے جہاں عدم برداشت اور نفرت کے وہ انحرافی راستے وا کرتی ہے جو معاشرتی تقسیم اور تشدد کا باعث بنتے ہیں۔ عدم برداشت اور نفرت نے بے لگام ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام میں اپنی جڑیں بنائی ہیں۔ ایک انگریزی اخبار روزنامہ 'ڈان' نے اس مسئلے کو 14 جون 2014ء کو اس انداز میں بیان کیا۔

''ایک چھوٹے درجے کا سروے جو آن لائن آزادیء اظہار کے گروپ کی جانب سے کیا گیا جس کا مقصد سوشل میڈیا پر تمام نفرت انگیز تقاریر کے استعمال کے متعلق تھا جو زیادہ تر پاکستانیوں پر مشتمل تھا کے نتائج تکلیف دہ مگر بلاتوقع تھے۔

''جس کے مطابق 600 سے زیادہ جوابداران میں سے اکیانوے فیصد نے آن لائن نفرت آمیز تقاریر سے آگاہی کا دعویٰ کیا اور ایک جزوی تجزیے کے مطابق جو 30 سے زائد مشہور سماجی رابطے کے نیٹ ورک یعنی فیس بک، ٹیوٹر وغیرہ کے تجزیوں سے حاصل کیا گیا۔ جس گروپ کو نشانہ بنایا جاتا ہے ان کے نتائج بھی کچھ کم حیران کن نہیں۔ ان گروہوں میں جنہیں زیادہ تر نشانہ بنایا جاتا ہے شیعہ، احمدی، بھارتی، ہندو، ملحدین، ریاستی ادارے، خواتین، جنسی اقلیت اور مقامی نسلیت شامل ہیں۔ تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ آن لائن حاصل کردہ خیالات سے مجموعی سوچ کو اجاگر نہیں کیا جاسکتا خصوصاً اس ملک میں جہاں صرف دس فیصد آبادی آن لائن رہتی ہو۔ مگر 3G اور 4G نیٹ ورک کے انقلاب کے بعد صرف ہفتوں یا مہینوں کی بات ہے کہ پاکستانی آن لائن آنے والے افراد کی تعداد میں ڈرامائی انداز میں اضافہ ہوگا اور نتیجے میں نفرت پر مبنی تقاریر جنگل میں آگ کی طرح پھیل جائیں گی اور پھر پردے کے پیچھے بیٹھے نامعلوم عناصر اپنے مذموم مقاصد میں عوام سے واہیات اور گھٹیا تبصرہ حاصل کرکے اسے بین الاقوامی سطح پر آن لائن موضوع گفتگو بنائیں گے، اب وقت ہے کہ پاکستانی آن لائن نوجوان جو جدید ٹیکنالوجی سے واقف ہیں یہ سمجھ سکیں کہ وہ اپنا کلچر، نفرت اور کنایئے اس معاشرے سے حاصل کرتے ہیں جہاں اس قسم کی گفتگو بتدریج اہمیت حاصل کرتی جارہی ہے۔

تاہم ہر نفرت پر مبنی لفظ تشدد کی طرف نہیں لے جاتا ان سب میں یقیناً مناسب سے بڑھ کر تعلق ہوگا ان نفرت انگیز تقریروں اور اس تشدد کا جس کا سامنا گروہوں جیسے احمدیوں اور دیگر اقلیتوں نے کیا ہوگا۔ آن لائن دنیا جواب تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے تک رسائی کے ساتھ اب وقت آچکا ہے کہ اس مسئلے کے حل کے لیے سنجیدگی سے اقدامات کیئے

جائیں۔

20۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی رپورٹ 2013ء کے مطابق مذہبی تشدد ایک پرتاسف تجزیہ پیش کرتا ہے۔ 2013ء کے پہلے چند ہفتوں میں بلوچستان میں تشدد نے 200 سے زائد شیعوں کی زندگی لے لی۔ 2000 سے زیادہ فرقہ وارانہ دہشت گردی کی وجہ سے 687 افراد موت کے منہ میں گئے۔ سات سے زیادہ احمدیوں کا ہدافی قتل کیا گیا۔ پاکستانی مسیحوں پر جان لیوا حملے میں پشاور کے چرچ میں 100 سے زیادہ مسیحوں کی جان لی گئی۔ لاہور میں ایک مسیحی کے خلاف توہین رسالت کے الزام میں مسلمانوں نے ہمسایہ مسیحوں پر حملہ کیا اور سو سے زیادہ گھروں کو جلا دیا گیا۔ اور مذہبی منافرت کے الزام میں 17 احمدیوں، 13 مسیحوں کو اور 9 مسلمانوں پر مذہبی منافرت کا الزام عائد کیا گیا۔ بدین میں دو ہندوؤں کی میتوں کو اس وجہ سے ان کی قبروں سے نکال دیا گیا کہ یہ صرف مسلمانوں کا قبرستان ہے اور یہاں صرف مسلمان ہی دفن ہوں گے''۔

21۔ چیف سیکرٹری بلوچستان نے ایک سوال کے جواب میں اس عدالت کے رجسٹرار کو ایک خط کے ذریعے مطلع کیا کہ 415 ہزارہ برادری کے افراد جن کا تعلق شیعہ مسلک سے ہے ان کو فرقہ وارانہ بنیاد پر گزشتہ گیارہ سالوں میں قتل کیا گیا ہے۔

22۔ مندرجہ بالا فرقہ وارانہ فسادات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا آئین صرف تحریری تحفظ دیتا ہے۔ اس بات کی ضمانت کوئی نہیں ہے کہ ان حقوق کا عملاً تحفظ کیا جائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ متعلقہ حکومت اور ادارے ان حقوق کی پاسداری کے لیے عملی اقدامات کریں جو اس امر کو یقینی بنائے کہ ان حقوق کو تحفظ ملے اور عملی طور پر وہ ان سے مستفید ہوسکیں۔

23۔ کوئی معاشرہ یا قوم تعصب، فرقہ واریت، مذہبی عصبیت اور اس کے نتیجے میں ہونے والے تشدد سے عاری نہیں ہوتا۔ 1526ء میں بشپ آف لندن کے دہشت گردی کے الزامات کا سامنا کرنا پڑا تھا کیونکہ پارلیمنٹ ہاؤس کو اس لیے اڑانا چاہتے تھے کہ پروٹسٹنٹس نے پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کر لی تھی۔ شیکسپیر کے آخری ڈرامے ''ہنری ہشتم'' میں اس کا پاپائے اعظم یہ پیشن گوئی کرتے ہوئے ملتا ہے''۔ مستقبل کی الزبتھ امن، فراوانی، محبت اور دہشت گردی کے مناسب اقدامات کے ملے جلے امتزاج سے حکمرانی کرے گی''۔ شمالی اور جنوبی آئرلینڈ کی اقوام ایک دوسرے سے باہم متصادم رہیں اور عقیدے کی بنیاد پر تشدد کو عام کیا گیا۔

24۔ اعتقاد کے نام پر ہونے والے بربریت کے ایسے واقعات کے بارے میں جب کبھی ہم سوچتے ہیں تو ہمیشہ ہمیں قرآن کریم کی ایک آیت یاد آتی ہے جس میں کہ ایسے واقعات کی نہ صرف مذمت کی گئی ہے بلکہ انہیں انسانیت کے خلاف ایک جرم گردانا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

ترجمہ: اس بناء پر ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ قرار دیا کہ جو شخص کسی انسان کو بغیر اس کے کہ وہ ارتکاب قتل کرے یا روئے زمین پر فساد پھیلائے، قتل کردے تو

پاکستانی مسیحوں پر جان لیوا حملے میں پشاور کے گرجا گھر میں 100 سے زیادہ مسیحوں کی جان لی گئی۔ لاہور میں ایک مسیحی کے خلاف توہین رسالت کے الزام میں مسلمانوں نے ہمسایہ مسیحوں پر حملہ کیا اور سو سے زیادہ گھروں کو جلا دیا گیا۔ اور مذہبی منافرت کے الزام میں 17 احمدیوں، 13 مسیحوں کو اور 9 مسلمانوں پر مذہبی منافرت کا الزام عائد کیا گیا۔ بدین میں دو ہندوؤں کی میتوں کو اس وجہ سے ان کی قبروں سے نکال دیا گیا کہ قبرستان میں صرف مسلمان ہی دفن ہوں گے۔

یہ اس طرح ہے گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو کسی ایک انسان کو قتل سے بچالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کی زندگی بخشی ہے اور ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح دلائل کے ساتھ بنی اسرائیل کی طرف آئے پھر بھی ان میں سے بہت سے لوگوں نے روئے زمین پر ظلم اور تجاوز کیا''۔
(سورۃ المائدہ آیت 32)

25۔ اسلام دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ انہیں اپنے عقیدے پر چلنے کی مکمل آزادی دیتا ہے اور اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ یہ آزادی قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔

اور اگر تیرا چاہتا تو وہ وہ سب لوگ جو زمین پر ہیں سارے کے سارے ایمان لے آتے۔ پر کیا تو لوگوں پر جبر کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں۔ (سورۃ یونس، آیت 99)

''دین میں کوئی مجبوری نہیں۔ راست روی کج روی سے الگ ہو چکی ہے۔ پس جو سرکش کا انکار کرتا ہے اور اللہ پر ایمان رکھتا ہے اس نے یقیناً مضبوط رستے کو تھام لیا جو ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے''۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 256)

26۔ نہ صرف اسلام غیر مسلموں کو مذہب کی آزادی دیتا ہے بلکہ اسلام کے بردبار اصول غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کی ضمانت بھی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:۔

''(وہ) جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے کہ وہ کہتے ہیں' ہمارا رب اللہ ہے'' اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے ہٹاتا نہ رہے تو خانقاہیں، گرجے، معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے گرادیئے جائیں۔ اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ اللہ قوت والا اور غالب ہے۔ (سورۃ حج، آیت 40)۔

27۔ مسلمان خلفاء اپنے جنگی سپہ سالاروں کو جو کہ جنگی مہمات/ جہاد پر جاتے ان کو اس معاملے کی ضمانت بارے ضروری اقدامات کرنے کا حکم جاری کرتے۔ اس کی پہلی مثال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان ابن زید رضی اللہ عنہ کو یہ حکم ہے:۔

''میں آپ کو ان امور کی ادائیگی کا حکم دیتا ہوں؛ کسی عورت، بچے یا بوڑھے شخص کو قتل نہیں کرنا؛ پھلدار درختوں کو نہیں کاٹنا یا گھروں کو نیست ونابود یا جلانا نہیں، بے ایمانی اور دھوکے بازی مدت کرنا، بزدل مت بننا؛ اور تمہارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑے گا جنہوں نے خانقاہی زندگی کے لیے خود کو وقف کر دیا ہے انہیں اپنے اعتقاد کے ساتھ تنہا رہنے دو''۔
(تبری، تاریخ تبری جلد سوئم، صفحہ 210)

28۔ دوسری مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ الخطاب کا وہ معاہدہ ہے جو یروشلم ایلیا کے لوگوں کے ساتھ ہوا:۔

''یہ ضمانت ایمان والوں کو سپہ سالار، اللہ کے غلام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ایلیا کے لوگوں کو دی جاتی ہے: ان کو اور ان کی قوم کے ہر شخص کو اس کی جان، مال، عبادت گاہوں، قربان گاہوں اور ان کے اندر موجود ہر شخص چاہے بیمار ہو یا صحت مند، کی ضمانت دی جاتی ہے۔ ان کے گھر جا گھروں پر قبضہ یا ان کو گرایا نہیں جائے گا اور نہ ہی ان سے کوئی شے لی جائے گی نہ ہی ان کا سامان نہ ان کی صلیب یا

دولت لی جائے گی۔ ان کو ان کے دین سے زبردستی پھیرا جائے گا اور نہ ہی اس وجہ سے ان کو تکلیف دی جائے گی۔ ایلیا میں یہودی آبادکاریوں کو ان پر قبضہ نہیں کرنے دیا جائے''۔

(تبری، تاریخ تبری جلد سوئم، صفحہ 210)

29۔ دنیا کے تمام بڑے مذاہب کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد اس جانبداری کو ختم کرنا اور انسانیت کی تبلیغ کرنا ہے۔ تاہم عملی طور پر دینی عقائد کی غلط تشریح کی وجہ سے مذہب نے جانبداری کی لعنت سے انسان کو آزادی دلانے کی بجائے ان کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ جس کا نتیجہ تشدد اور انسانی مسائل کی صورت میں نکلا ہے۔ تقریباً تمام جدید جمہوری نظاموں میں حکومتوں اور پارلیمان نے ماضی میں اقلیتوں کے ساتھ کی گئی ناانصافیوں کے خاتمے کے لیے کوششیں کی ہیں۔

30۔ 1954ء میں امریکی سپریم کورٹ نے ایک شائع شدہ مقدمہ ''براؤن بنام بورڈ Brown Vs. Board of Education of Topeka (1954) US 483 میں سکولوں میں امتیازی تقسیم ختم کردی اور متعلقہ ریاست میں وفاقی فوج کو حکم دے کر بھجوایا اور اپنے فیصلے پر عملدرآمد کو یقینی بنایا۔ اس فیصلے میں امریکی سپریم کورٹ اپنے پہلے فیصلے Dred Scott Vs. Sandford (1857) 393 US 960 جس میں رنگت کی بنیاد پر ایک شخص کو شہریت دینے سے انکار کردیا گیا تھا سے بہت دور آ گئی۔ ماضی قریب میں اس ملک نے ایک غیر نسل کو اپنا صدر منتخب کیا جو جناب باراک حسین اوباما ہیں۔

31۔ کینیڈا میں ابھی پچھلے ماہ برطانوی کولمبیا کی پارلیمان کو چینی مہاجرین/ تارکین وطن سے روا رکھے گئے امتیازی اور غیر منصفانہ سلوک پر معافی کی قرارداد منظور کرنا پڑی۔ روزنامہ ''گلوب اینڈ میل'' نے اس بارے میں اپنے اداریہ میں لکھا:۔

''یہ مسلسل تکلیف دہ ہے کہ جیسا 1947ء میں تھا ویسے آج بھی کینیڈا میں چینی تارکین وطن کے حلاف منظم نسلی امتیاز ہوتا رہا۔

پچھلی جمعرات برطانوی کولمبیا کی قانون ساز اسمبلی نے آخر کار چینی کینیڈین شہریوں سے معذرت کی تحریک پاس کی/منظور کی۔

کینیڈا بحثیت مجموعی اس تعصب کا شکار تھا مگر برطانوی کولمبیا سب سے زیادہ متاثرہ صوبہ تھا تو کینیڈا کی پارلیمنٹ نے چینی تارکین وطن کے ساتھ امتیازی سلوک کے بارے دو بہت اہم قوانین منظور کیے۔

آٹھ سال پہلے سٹیفن ہارپر نے وزیراعظم بننے کے بعد فوری ایک معذرت پیش کی۔

برطانوی کولمبیا معذرت/ معافی کے مطابق: ایک دو حصوں پر مشتمل تحریک پریمئر کرسٹی کلارک نے پیش کی۔ ماضی کی BC کی حکومتوں نے 1871ء سے لے کر 1947ء کے دوران چینیوں کے خلاف سو سے زائد قوانین، قواعد اور پالیسیاں مرتب کیں۔ چینی کو وان جو ایک این ڈی پی قانون ساز اسمبلی کا رکن تھا نے اہم تاریخی تقریر کی جس میں 89 بلوں اور 49 قراردادوں کی طرف اشارہ کیا جو کہ منظور کی گئی تھیں اور 7 رپورٹیں پیش کیں جن میں کینیڈا کی قومیت رکھنے والے چینیوں اور دیگر غیر انگریز عوام کا حوالہ دیا۔ 1872 اور 1928 کے درمیان قانون ساز اسمبلیوں کے تمام اجلاسوں میں اس طرح کے اقدامات کئے گئے اور ایسی بہت سی تحاریک، تجاویز اور دوران بحث سوالات تھے۔

اس سے قبل سرجون اے میکڈونلڈ کی خواہش پر تارکین وطن کی اجرتوں میں کٹوتی کے خدشے کو ختم کیا گیا جنہوں نے یہ جواز پیش کیا کہ کینیڈا کا ریلوے نظام کبھی تعمیر نہیں ہو پائے گا اگر اس میں چائینیز مزدور کام نہیں کریں گے۔

ہیڈ ٹیکس۔ جو 1885ء میں چینی تارکین وطن کو معاشی طور پر دبانے کی ایک کوشش تھی۔ بعدازاں یہ بھی موثر ثابت نہیں ہوا۔ لیکن چینیوں کے خلاف بیزاری اس وقت ختم ہونا شروع ہوئی جب کینیڈین حکومت نے چینی کینیڈین شہریوں کو دوسری جنگ عظیم میں زبردستی فوج میں بھرتی کرنا شرع کیا۔ انتہائی محدود اور امتیازی قانون موسومہ Chinese Immigration Act کو بالآخر 1947ء میں منسوخ کردیا گیا اور اسی سال کینیڈا نے اپنا پہلا قانون شہریت (Citizenship Act) منظور کیا اور یہی وہ دور ہے جب اٹلانٹک چارٹر اور اقوام متحدہ کا چارٹر اور عالمی قرارداد برائے انسانی حقوق پیش کی گئیں یہ سب عالمی انسانیت پر زور دیتے ہیں۔ لہذا جنگ اور امن دونوں نے منظم نسل پرستی کے خلاف کام کیا۔

بے شک نسل پرستی/نسلی امتیاز بذات خود اور کچھ اس کا ترکہ تاحال موجود ہے۔ لیکن ترقی بہرحال ممکن ہے اور پیش رفت ہورہی ہے۔ (عالمی اداریہ ''برطانوی کولمبیا کی چائنیز کینیڈین قوم سے واجب الادا معافی'' مورخہ 18 مئی 2014ء)

32۔ کسی طبقے کے ساتھ روا رکھی گئی زیادتیوں کے لیے کسی شخص یا قوموں کو معافی کا خواستگار ہونے کے لیے انتہائی جرات کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ بطور قوم اب ہمارے لئے وقت ہے کہ انفرادی طور پر ایک منعکس لمحہ پائیں، لمحہ جو روح کی تلاش کرے یا پھر حساب کتاب کا وہ لمحہ جب ہم اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا ہم نے آئین میں تحریر ضمانتوں اور قائداعظم محمد علی جناح اس ملک کے بانی کے نظریے کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کیں؟ جنہوں نے پہلی قانون ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے 11 اگست 1978ء کو کہا تھا:

''آپ آزاد ہیں؛ آپ مندروں میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ آپ اپنی مسجدوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں اور اس ریاست پاکستان میں کسی بھی جگہ عبادت گاہ میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ آپ کسی بھی مذہب، ذات اور عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں اس سے ریاست کو کوئی سروکار نہیں''۔

33۔ تقریر کے اقتباس سے لئے گئے مذکورہ مقولے کے پیچھے جس سوچ کی عکاسی کی گئی ہے وہ ''انصاف سب کے لیے'' کی تحریک ہے (ایک نظم جو ہم میں سے کسی ایک (جناب جسٹس تصدق حسین جیلانی) نے لکھی ہے) جس کو عدالت عظمٰی کے فل کورٹ کے اجلاس میں ''عدالتی نغمہ'' قرار دیا گیا ہے، اور جس کو پاکستان بار کونسل نے اپنی تقریبات میں علامتی نغمہ (Theme Song) کے طور پر اپنایا ہے۔ نظم اس طرح پڑھی جاتی ہے:۔

آنسو، خون پسینہ بہا کر۔ سخت تگ و دود کے بعد
سرزمین وطن کا حصول ہوا ممکن
آزادی تو حاصل کرلی ہے مگر ابھی ہیں پابہ زنجیر
ابھی بھی میلوں کی مسافت ہے باقی
سفر ہے کٹھن اور فضا بے رحم ہے
طویل سفر کی ہے ابتداء۔ قائد کا تصور ہے واضح
جمہوریت، ایمان، برداشت اور رواداری
رنگ نسل اور مذہب کے تعصب سے پاک ریاست کے
تھے خواہاں
کیا کہیے مگر! بھٹک گئی ہے منزل تخیل ہی بدل ڈالا
قلعے ہوں ریت کے جیسے، بہت مخدوش و بے مایہ
بے منزل ایسے جیسے جنگل میں بھٹکے ہوئے بچے
یہی زوالی نسخے۔ یہی تاریخ کا روگ
قوم بٹ گئی پھر سے دھرتی خوں اگلتی ہے
پیام کھو جائے اگر بساط پھر الٹتی ہے
جان لو! ابر مصائب ہے جزائے بے مثل
دعا ہے کہ قائد کا یہ پیام رہے جاوداں
یہ شمع یہ کرنیں سدا ایوان عدل کو رکھیں منور
انصاف کا ترازو رہے سربلند

خوابوں، امیدوں اور عہد پر رہیں قائم
کہ
انصاف سب کے لئے۔

34۔ ایک آزادانہ جمہوریت میں عدالت عظمیٰ جو کہ ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے، کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اس آئین کا تحفظ اور دفاع کرے جس میں شہریوں کو بنیادی حقوق مہیا کئے گئے ہیں۔ اس لیے عدالتوں کو ان مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت جن میں دوران مذہب اور بین العقائد تصادم کا عنصر موجود ہو، یہ امر ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ہر عقیدے کے پیروکاروں میں کچھ ایسے پیروکار ہوتے ہیں جو مذہب کی تشریح کرتے ہوئے تنگ نظری سے کام لیتے ہیں۔ یہ لوگ جوشیلے پرچار کرتے ہوئے بھول جاتے ہیں کہ تمام عقائد کا پیغام مشترک اور انسانیت کی فلاح کے لئے ہے۔

35۔ جیسا کہ والیٹر نے اپنی کتاب ''مسائل بررواداری "Treatise on Tolerance" میں رغبت سے بیان کیا ہے ''اے خدائے امین کے مختلف عبادت گزارو! اگر تم ظالم دل کے ساتھ عبادت کرتے ہو جبکہ خدا جسے تم پوجتے اس کا تمام قانون یہی ہے کہ، خدا سے اور پڑوسی سے محبت کرو، تو تم نے اس کے مقدس اور پاک قانون کو جھوٹ اور فضول تنازعات سے بھر دیا ہے، اگر تم نے نفرت کی آگ کو ہوا دی ہے صرف ایک نئے لفظ کے لیے اور بعض اوقات صرف ایک حرف کے لئے، اگر تم نے کچھ حروف کی غلطی کے لیے ایک لافانی سزا مقرر کردی ہے، یا رسومات کے لیے جن کو دوسرے لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں، پھر تم سے مجھے آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ انسانیت کی ہمدردی کے ساتھ یہ ضرور کہنا چاہئے ''تم میرے ساتھ مل کر اس دن کے متعلق تصور کرو جس دن تمام لوگوں کا فیصلہ کیا جائے گا اور جس دن خدا ہر ایک کو اس اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا''۔

36۔ قرآن پاک کے اندر دیا گیا نظریہ کثرت مسلسل طور پر اس امر کو اجاگر کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرانے مذاہب کو ختم کرنے، ان کے انبیاء کا انکار کرنے یا نیا عقیدہ دینے کے لیے نہیں آئے تھے۔ اس کے برعکس، ان کا پیغام وہی ہے جو کہ حضرات ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ ایک افراطی معاشرہ قائم کرنے کا مقصد جس میں بنیادی انسانی حقوق کا احترام ہو اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک ہم یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم باہمی انحصار کی دنیا میں رہ رہے ہیں۔ باہمی ربط کی دنیا جہاں فاصلے سمٹ گئے ہیں، سرحدی ہجرت کی دنیا اور ایسی دنیا جہاں ثقافتی شناخت بہت تیزی سے بدل رہی ہے۔ ہم سب ایک انسانی نسل کے ارکان ہیں جس کے سامنے مشترک مسائل ہیں اور ہم ان مسائل سے نہیں نمٹ سکتے جب تک ہم باہم متحد نہیں ہوجاتے۔ ہمارے اردگرد کی دنیا کا تغیر پذیر چہرہ بین الاقوامی اور قومی سطح پر صرف فرقہ وارانہ، نسلی اور قومی تعصّباب، جو کہ مشترکہ اقدار اور بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے، کی حوصلہ شکنی اور ان اقدار کے فروغ اور ان پر سختی سے عمل پیرا ہونے سے ہی حاصل کی جاسکتا ہے۔

> **ایک آزادانہ جمہوریت میں عدالت عظمیٰ جو کہ ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے، کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اس آئین کا تحفظ اور دفاع کرے جس میں شہریوں کو بنیادی حقوق مہیا کئے گئے ہیں۔ اس لیے عدالتوں کو ان مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت جن میں مذاہب کے مابین اور بین العقائد تصادم کا عنصر موجود ہو، یہ امر ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ہر عقیدے کے پیروں کاروں میں کچھ ایسے پیروکار ہوتے ہیں جو مذہب کی تشریح کرتے ہوئے تنگ نظری سے کام لیتے ہیں۔**

37۔ متذکرہ بالا بحث کی روشنی میں عدالت قرار دیتی ہے اور ہدایت کرتی ہے کہ:۔

1۔ وفاقی حکومت کو ایک ٹاسک فورس تشکیل دینی چاہئے جس کے ذمے مذہبی رواداری کے قیام کا لائحہ عمل تشکیل دینے کا کام ہو۔

2۔ سکول اور کالج کی سطح پر ایسا مناسب نصاب تشکیل دیا جائے جو مذہبی اور سماجی رواداری کی ثقافت کو فروغ دے۔ 1981ء میں اقوام متحدہ نے اپنی ایک بنیادی قرارداد میں یہ قرار دیا کہ ''بچے کو مذہب اور اعتقاد کی بنیاد پر کسی بھی قسم کے تعصب سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کی نشوونما سمجھداری، رواداری، افراد کے مابین دوستانہ روابط، امن اور آفاقی بھائی چارے، مذہبی آزادی اور توانائی اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے وقف ہوں گی''۔
(اقوام متحدہ کی قرارداد برائے خاتمہ عدم برداشت اور تعصب بر بنائے مذہب اور اعتقاد)۔

3۔ وفاقی حکومت ایسے مناسب اقدامات اٹھائے جن کی بناء پر سوشل میڈیا پر نفرت انگیز تقاریر کی حوصلہ شکنی کو یقینی بنایا جاسکے اور مرتکب افراد کو قانون کے مطابق سزا کے دائرہ میں لایا جائے۔

4۔ قومی کونسل برائے اقلیتی حقوق تشکیل دی جائے جس کے دائرہ اختیار میں منجملہ اور چیزوں کے یہ بھی شامل ہو کہ آئین اور قانون کے تحت اقلیتوں کو حاصل حقوق اور تحفظات کو عملی طور پر تسلیم کیا جائے۔ کونسل کو یہ ذمہ داری بھی سونپی جائے کہ وہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی جانب سے اقلیتوں کے حقوق کے حقوق کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے پالیسی سفارشات مرتب کرے۔

5۔ ایک مخصوص پولیس فورس تشکیل دی جائے جسے اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کے لیے پیشہ وارانہ تربیت دی گئی ہو۔

6۔ فاضل اٹارنی جنرل پاکستان فاضل ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، خیبر پختونخوا اور بلوچستان کی جانب سے وفاقی اور صوبائی اداروں میں تعیناتی کے لیے اقلیتوں کا کوٹہ مختص کرنے کے متعلق بیانات کے تناظر میں وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کو یہ ہدایات جاری کی گئیں کہ وہ متعلقہ پالیسی ہدایات جو تمام محکموں میں اقلیتوں کا کوٹہ مختص کرنے کے متعلق ہیں کے نفاذ کو یقینی بنائے۔

7۔ ان تمام مقدمات جن میں قانون کے تحت ضامن حقوق کی خلاف ورزی اور اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی عمل میں لائی گئی ہو متعلقہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو فوری اقدامات اٹھانے چاہئیں جن میں مرتکب افراد کے خلاف اندراج فوجداری مقدمات بھی شامل ہیں۔

8۔ دفتر عدالت ایک علیحدہ فائل تیار کرے گا جسے بینچ کے تینوں اراکین کے روبرو پیش کیا جائے گا جس کا مقصد اس امر کو یقینی بنانا ہوگا کہ فیصلہ ہذا کو اس کی اصل روح کے مطابق موثر بنایا جائے اور مذکورہ بینچ ملک میں اقلیتوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق شکایات اور درخواستوں کو بھی سنے گا۔

38۔ مقدمہ ہذا کی کارروائی متذکرہ بالا نتیجہ خیز احکامات کی روشنی میں اختتام کو پہنچی۔

اسلام آباد
مورخہ 19 جون 2014ء
اشاعت کے لئے منظور شدہ

انسانی حقوق اور میڈیا

تنویر جہاں

رہنماءاصول

یونسیف نے بچوں کے بارے میں رپورٹنگ کرتے ہوئے کیا ہدایات دی ہیں

بچوں اور نوجوان افراد کے بارے میں خبر دینا خاص طور پر مشکل ہوتا ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بچوں کے بارے میں خبر دی جائے تو خود انہیں اور دوسرے بچوں کو انتقام یا بدنامی کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

یونیسیف نے بچوں سے متعلقہ معاملات پر خبر دینے والے صحافیوں کے بارے میں ذیل کے اصول مرتب کئے ہیں۔ یونیسیف کا خیال ہے کہ ان ہدایات کی روشنی میں صحافی بچوں کی عمر کی مطابقت سے حساس معاملات پر خبر دیتے ہوئے معاملے کی حساسیت کا خیال رکھیں گے۔ یہ ہدایات اخلاق کے پابند صحافیوں کے لیے اچھی نیت سے مرتب کی گئی ہیں۔ ان کا واحد مقصد یہ ہے کہ بچوں کے حقوق پامال کئے بغیر عوامی مفاد کو آگے بڑھایا جاسکے۔

اصول

☆ ہر بچے کے احترام کو کسی بھی طرح کے حالات میں تحفظ ملنا چاہیے۔

☆ بچوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ان کی خلوت اور ذاتی زندگی کو تحفظ دینا چاہیے۔

☆ ان کی رائے سنی چاہیے۔ ان کی زندگیوں پر اثر انداز ہونے والے فیصلوں میں ان کی رائے لینی چاہیے۔

☆ انہیں ضرر یا انتقام سے تحفظ دینا چاہیے۔ ہر بچے کا بہتری مفاد یہ ہے کہ اس کے مفاد کو اولین ترجیح دی جائے۔ حتیٰ کہ بچوں کے حقوق کا پرچار کرتے ہوئے بھی کسی بچے کے حقوق کی پامالی سے گریز کرنا چاہیے۔

☆ کسی بچے کے مفاد کا تعین کرتے ہوئے اس کی عمر اور بالغ نظری کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کی اپنی رائے کو وزن دینا چاہیے۔

☆ بچے کی صورت حال سے قریب ترین آگہی رکھنے والوں سے مشورہ کرنا چاہیے کہ بچے کے بارے میں اس خبر سے کیا سیاسی، سماجی یا ثقافتی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

☆ کوئی خبر یا تصویر دیتے ہوئے خیال رکھنا چاہیے کہ شناخت تبدیل کرنے کے باوجود بچے اور اس کے ممکنہ ہم جولیوں کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

بچوں کا انٹرویو کرنے کی ہدایات

آپ کے کام سے کسی بچے کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ ایسے سوالات رویے یا تبصرے سے گریز کریں جو متعلقہ ثقافتی اقدار سے متصادم ہوں۔ جن سے بچے کو کسی خطرے یا توہین کا اندیشہ ہو یا مصیبت سے گزرنے والے بچے کی تکلیف میں اضافہ ہو۔

☆ انٹرویو کرنے کے لیے بچوں میں جنس، عمر، مذہب، سماجی مرتبے، تعلیمی پس منظر یا جسمانی معذوریوں کی بنیاد پر امتیاز مت کریں۔

☆ تماشا نہیں بنانا، کسی بچے سے یہ نہیں کہنا کہ وہ کوئی ایسی کہانی سنائے یا کسی ایسے عمل کے بارے میں کہے جو اس کے ذاتی تجربے کا حصہ نہیں ہے۔

☆ اس بات کو یقینی بنائیے کہ بچے اور اس کے سرپرستوں کو علم ہے کہ وہ ایک صحافی سے بات کر رہے ہیں۔ انہیں اس ملاقات کا مقصد اور ممکنہ استعمال بتایا جائے۔ بچے اور اس کے سرپرستوں سے انٹرویو، وڈیو یا دستاویزی تصاویر کے لیے اجازت لی جائے۔ جہاں ممکن ہو ایسی اجازت تحریری طور پر ہونی چاہیے۔ اجازت لیتے ہوئے خیال رکھنا چاہیے کہ بچہ اور اس کے سرپرست کسی دباؤ میں نہیں ہیں نیز یہ کہ انہیں معلوم ہے کہ اس خبر سے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ ایسی اجازت حاصل کرتے ہوئے مناسب ہوتا ہے کہ اس زبان میں بات کی جائے جسے متعلقہ بچہ اور اس کے سرپرست اچھی طرح سمجھ سکیں۔

ان حالات پر نظر رکھی جائے جن میں بچے سے بات چیت کی جارہی ہو۔ ارد گرد موجود افراد اور فوٹو گرافرز کی تعداد کو کم کیا جائے۔ اسے یقینی بنایا جائے کہ بچے کسی ہچکچاہٹ میں نہیں ہیں اور بیرونی دباؤ یا بات کرنے والے کے ممکنہ وجود سے مرعوب ہوئے بغیر اپنی بات کر سکتے ہیں۔ فلم، وڈیو یا ریڈیو کے لیے انٹرویو کرتے ہوئے بصری اور نظری پس منظر کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ بچہ اپنے محل وقوع، علاقے یا پس منظر کی وجہ سے کسی خطرے کا شکار نہ ہو۔

بچوں کے بارے میں رپورٹ کرنے کی ہدایات

☆ بچے کی بدنامی میں اضافہ نہ کریں، بچے کے بارے میں بات کرتے ہوئے ایسی گروہی تفصیل نہ لیں جس سے وہ آئندہ زندگی میں جسمانی یا نفسیاتی نقصان کا شکار ہو سکے یا اسے اپنی مقامی آبادی میں امتیاز یا قطع تعلق کا سامنا کرنا پڑ جائے۔

☆ بچے کی کہانی یا تصویر دیتے ہوئے ٹھیک ٹھیک پس منظر بیان کیا جائے۔ بچے کا نام ہمیشہ بدل دینا چاہیے اور ذیل میں بیان کئے گئے بچوں کی تصویری شناخت بھی مبہم کر دینا چاہیے جو مندرجہ ذیل حالات سے گزر رہے ہوں۔

الف۔ جنسی، زیادتی یا استحصال کا نشانہ بننے والے بچے۔
ب۔ کسی جرم میں ملوث ملزم مجرم بچہ
ج۔ ایڈز میں مبتلا بچے بشرطیکہ بچہ خود یا اس کے والدین یا سرپرست خبر کی اجازت دیں۔
د۔ کسی جرم میں ملوث ملزم یا مجرم بچہ۔
ر۔ کسی جرم میں الزام یا سزا کا نشانہ بننے والا بچہ۔
س۔ کسی جنگ میں شریک بچہ جس نے ماضی میں یا موجودہ وقت میں ہتھیار تھام رکھا ہو۔ ایسے کسی بھی بچے کا نام اور شناخت تبدیل کر دینی چاہیے تاکہ اسے نقصان یا انتقام سے محفوظ رکھا جاسکے جو ذیل کے حالات سے گزرا ہوا۔

الف۔ ماضی میں جنگی سرگرمی میں حصہ لینے والا بھلے اب وہ ہتھیاروں کو خیر باد کہہ چکا ہو۔
ب۔ سیاسی پناہ کا طلب گار، پناہ گزین یا اندرون ملک بے گھر ہونے والا بچہ۔

بعض حالات میں سی بچے کی شناخت ہی اس کے بہترین مفاد میں ہوتی ہے لیکن ایسے بچے کی شناخت ظاہر کرتے ہوئے بھی انہیں ممکنہ بدنامی یا نقصان سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کی مدد کرنی چاہیے۔

چند مثالیں دیکھیں۔

الف۔ جب ایک بہ اپنی رائے اور حقوق کے بارے میں آواز اٹھانے کے لیے صحافی سے رابطہ کرتا ہے۔
ب۔ اگر کوئی بچہ انسانی حقوق کی ترویج اور سماجی آگہی کے بارے میں کسی پروگرام کا حصہ ہے اور اپنی شناخت چاہتا ہے۔
ج۔ جب کوئی بچہ کسی ایسے سماجی بحالی کے پروگرام میں شریک ہو جہاں اس کے نام کی ترویج اس کی بحالی

اور صحت مندی میں مددگار ہو سکتی ہو۔

کوئی بچہ جو بھی بیان دے اس کی تصدیق کسی بالغ یا اس کے ساتھیوں سے کرنی چاہیے۔ اگر خدشہ ہو کہ مذکورہ بچہ کسی خطرے سے دوچار ہے تو اس کی شناخت پر توجہ دیے بغیر متعلقہ علاقے کی مجموعی صورت حال پر بات کی جائے۔

(Reporting on Disability-Guidelines for Media, ILO)

صنفی حساسیت پر مبنی میڈیا کے لیے اخلاقیات کے اصول

- ☆ صنفی بنیادوں پر تشدد کے واقعات میں خواتین یا لڑکیوں کی شناخت نہ کی جائے۔
- ☆ اشاعتی اور برقی ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ بچ جانے والی/ زیادتی کا نشانہ بننے والی خواتین اور لڑکیوں کی کہانیوں کو سنسنی خیز انداز میں پیش نہ کریں۔
- ☆ ٹیلی ویژن چینلز کو چاہیے کہ کرائم شوز میں جرائم کی واردات کو ڈرامے کی صورت میں نقل کر کے نہ پیش کیا کریں۔ خاص کر صنفی بنیادوں پر ہونے والے تشدد کے واقعات میں۔
- ☆ خواتین اور لڑکیوں کے بڑھتے ہوئے مسائل کو وسیع تر پیمانے پر نمایاں کرنے کی اشد ضرورت ہے جن میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور وہ جن کا سامنا کر رہی ہیں۔
- ☆ میڈیا کو حساس اور متنازعہ صنفی مسائل کی رپورٹنگ کا حق ہے لیکن زیادہ سے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اس لیے توہین آمیز یا فیصلہ کن الفاظ کے استعمال سے گریز کیا جائے۔
- ☆ میڈیا کو صنفی حساسیت پر مبنی کچھ اصول وضع کرنے کی ضرورت ہے تا کہ کوئی بھی خبر نشر کرنے سے پہلے اس کی اہمیت کا تعین کر لیں اور اس پر ذرائع ابلاغ کا ہر ادارہ خود فیصلہ کرے کہ اسے نشر کیا جائے یا نہیں۔
- ☆ صنفی تشدد اور جنسی زیادتی، تیزاب پھینکنے، اغوا اور اسی طرز کے واقعات کی خبر سازی کے دوران خاتون کی ازدواجی حیثیت، بچوں کے نام، جنس، تعداد بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔
- ☆ صنفی طور پر غیر حساس اور توہین آمیز الفاظ کی فہرست بنا کر انہیں ختم کرنا چاہیے اس کی جگہ صنفی طور پر حساس اور مہذب الفاظ استعمال کیے جانے چاہئیں۔
- ☆ جرائم کی کہانیوں کو منظرِ عام پر لانا اور ان پر تفصیلی روشنی ڈالنا ضروری ہے جیسے کہ صنفی واقعات کو نمایاں کرنا۔

صنفی حساسیت پر مبنی صحافت کو ممکن بنانے کے لیے تجاویز

صنفی دقیانوسی خیالات اور جنسیت سے لڑنے کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

- ☆ قومی اور علاقائی میڈیا میں خواتین پر تشدد کے خلاف مہم چلائیں۔
- ☆ خواتین پر تشدد کے واقعات کی ذمہ دارانہ رپورٹنگ اور ضابطہ اخلاق لاگو کرنے کے لیے قانون سازی۔
- ☆ میڈیا میں خواتین کی صنفی طور پر حساس عکاسی کے لیے انعامات اور ایوارڈز کا انعقاد۔
- ☆ میڈیا کو مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کی ایک فہرست مرتب کرنی چاہیے تا کہ مختلف پروگراموں میں بطورِ ماہر بلایا جا سکے۔
- ☆ صحافی اور صحافت سے منسلک پیشہ ور افراد کی صنفی حساسیت پر مبنی تربیتی کورس تشکیل دیے جائیں۔
- ☆ ذرائع ابلاغ میں زیادہ سے زیادہ خواتین کی موجودگی کو یقینی بنائیں۔

کتابچہ برائے میڈیا۔ خواتین پر تشدد کی رپورٹنگ کو بہتر اور حساس بنائیں۔ عکس ریسرچ سنٹر)

معذوری کے شکار افراد کے لیے مثبت رپورٹنگ

صحافیوں اور ذرائع ابلاغ کے پیشہ ور افراد کے لیے یہ سمجھنا بے حد ضروری ہے کہ کسی انسانی معذوری کا مجموعی انسانی احترام اور حقوق سے گہرا تعلق ہے۔ ذیل میں معذور افراد کی مثبت عکاسی کے لیے کچھ نکات پیش کیے جا رہے ہیں۔

انسانی حقوق کے بیانیے کی حمایت کرنا

حالیہ برسوں میں معذور افراد کے بارے میں انسانی حقوق سے تعلق رکھنے والی سوچ میں بہت بڑی تبدیلی آئی ہے۔ اب یہ تسلیم کیا جا رہا ہے کہ سب انسانوں کے لیے مساوات اور انصاف کی ضمانت اسی صورت میں مل سکتی ہے جب معاشرے کی مجموعی اقدار انسانی حقوق سے ہم آہنگ ہوں۔ حتمی تجزیے میں انسانی حقوق کے بیانیے کا مقصد معذور افراد کو با اختیار بنانا ہے اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے رویوں میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔

معذوری کی بجائے انسان پر توجہ دیں

کسی معذور شخص کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مخصوص معذوری پر زور دینے کی بجائے بحیثیت انسان اس کی ذات پر توجہ دینی چاہیے۔ مثال کے طور پر معذور افراد کے کہنے کی بجائے انہیں خصوصی افراد کہا جائے۔ کسی کو ٹھگنا کہنے کی بجائے چھوٹے قد والا افراد کہا جائے۔ بعض اوقات اخبار یا نشریاتی ادارے میں جگہ یا وقت کی کمی کے باعث ان نزاکتوں کا خیال رکھنا ممکن نہیں رہتا تاہم کوشش کرنی چاہیے کہ صحافی کی زبان میں خصوصی افراد، ویل چیئر استعمال کرنے والے، سماعت سے محروم لڑکی یا نابینا فرد جیسے الفاظ استعمال کیے جائیں۔

معذوری کی بجائے صلاحیت پر زور دیا جائے

اگر خبر میں معذوری پر زور دینا ضروری نہ ہو تو اس پر زور نہ دیا جائے۔ مثال کے طور پر معذور محمد بشیر کی بجائے ویل چیئر استعمال کرنے والے محمد بشیر کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ بدقسمت اور قابلِ رحم جیسے جذباتی لفظ استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔ معذوری سے متعلقہ خبر دیتے ہوئے اداس موسیقی یا جذباتی الفاظ میں تعارف مناسب نہیں ہوتا۔ معذور افراد کی بجائے خصوصی افراد کی اصطلاح کو رواج دینا چاہیے۔

مخصوص افراد کو معاشرے میں فعال دکھایا جائے

اگر ہم جسمانی معذوری کا شکار افراد کو بے بس اور محتاج دکھانے کی بجائے معاشرے میں ان کے فعال کردار پر توجہ دیں تو جسمانی معذوری کے بارے میں سماجی رویے تبدیل ہوتے ہیں اور خصوصی افراد کے لیے مواقع بھی پیدا ہوتے ہیں۔

خصوصی افراد کو اپنے بارے میں خود بات کرنے دیں

مشاہدے نے بتایا ہے کہ جب کسی خاص صورت حال میں خصوصی افراد اعتماد اور جذبے سے بات کرتے ہیں تو غیر معذور افراد پر زیادہ مثبت اثر مرتب ہوتا ہے۔ انہیں احساس ہوتا ہے کہ جسمانی معذوری معلومات اور ذہانت میں رکاوٹ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ ان کی بات پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔

خصوصی افراد کو سپر ہیرو بنا کر پیش نہ کیجیے

عوام جسمانی معذوری کے شکار افراد کے کارناموں پر بہت خوش ہوتے ہیں لیکن اس سے خصوصی افراد کے بارے میں غیر حقیقی توقعات بھی پیدا ہوتی ہیں۔ سب معذور افراد ایسے کارناموں کے اہل نہیں ہوتے۔ بالکل اسی طرح جیسے غیر معذور افراد کی مہارتوں میں اونچ نیچ ہوتی ہے خصوصی افراد بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہوتے۔

سفارشات

- ☆ جسمانی یا ذہنی معذوری کا شکار ہونے والے افراد کو پیش آنے والے مسائل کے بارے میں آگہی پیدا کی جائے۔ معذوری سے متعلق معاملات پر توجہ دی جائے اور خاص طور پر ایسے عوامل کی نشان دہی کی جائے جن کی بنا پر خصوصی افراد معاشرے میں الگ تھلگ ہو جاتے ہیں یا انہیں مختلف طرح کے تعصبات کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔
- ☆ خصوص افراد اور ان کی ممکنہ معذوریوں پر بات کرنا کوئی ممنوع موضوع نہیں ہے۔

☆ خصوصی افراد کو مہارتوں، خدمات اور مددگار ہونے والے کردار میں پیش کیا جائے اور جہاں وہ اپنے گھرانوں اور کمیونٹیوں کی خدمت کر رہے ہوں اور مالی معاونت کرتے ہوں ان کے اس کردار کو سراہا جائے۔

☆ یہ پیغام دیا جائے کہ خصوصی افراد دنیا بھر میں ہر معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔ان کے جذبات، مفادات، صلاحیتیں، مہارتیں اور رویے باقی آبادی سے مختلف نہیں ہیں۔ان کی شخصیات بھی پیچیدہ ہوتی ہیں اور اپنی عمر اور صورت حال کے مطابق ان کے تجربات بھی عام افراد سے مختلف نہیں ہوتے۔

خواجہ سرا افراد (ٹرانس جینڈر) کے بارے میں خبر کیسے دی جائے

خواجہ سرا ایسے افراد کو کہتے ہیں جو جنسی طور پر اس صنف سے مختلف ہوتے ہیں جس سے انہیں پیدائش کے موقع پر منسوب کیا جاتا ہے یعنی ایک خواجہ سرا خاتون کو پیدائش کے وقت مرد سمجھ لیا جاتا ہے اور ایک خواجہ سرا مرد کو پیدائش کے موقع پر عورت قرار دے دیا جاتا ہے۔اس موضوع پر خبر دیتے ہوئے عام طور پر ایسا نام اور اسم ضمیر استعمال کیا جاتا ہے جو متعلقہ فرد کے لیے پبلک میں استعمال کیا جا رہا ہو۔صحافی کو چاہیے کہ متعلقہ خواجہ سرا سے خود دریافت کرے کہ اسے عورت کے طور پر بیان کیا جائے یا مرد کے طور پر۔

متعلقہ فرد کے خواجہ سرا ہونے کا ذکر صرف اس صورت میں کیا جائے اگر وہ فرد خود کو خواجہ سرا کہے اور یہ بتانا خبر کے لیے ضروری ہو۔اگر صورت حال واضح نہ ہو اور متعلقہ فرد سے رابطہ ممکن نہ ہو تو پھر اپنی معلومات کے ذرائع مثلاً پولیس کا حوالہ دینا چاہیے۔ذیل میں خواجہ سرا افراد کے بارے میں کچھ صحافتی اصول بیان کئے جا رہے ہیں۔

1۔ خبر کی ابتدا میں ایک دفعہ خواجہ سرا عورت یا خواجہ سرا بتا دینا مناسب ہے۔تاہم بعد میں خواجہ سرا حیثیت کی بجائے صرف مرد اور عورت کے طور پر بیان کیا جائے۔

2۔ ذرائع کا حوالہ دیتے ہوئے وہی نام اور جنس استعمال کی جائے جو وہ فرد اپنے لیے پسند کرتا ہے۔تاہم ڈرائیونگ لائسنس، برتھ سرٹیفکیٹ یا فوجی شناخت میں سرکاری حوالہ ہی دینا چاہیے۔

3۔ اگر خبر کے متن میں اس کی ضرورت نہ ہو تو متعلقہ فرد کے پیدائشی نام اور جنس وغیرہ کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

4۔ میڈیکل ہسٹری متعلقہ فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔اگر وہ اپنی میڈیکل ہسٹری کے بارے میں مثلاً ہارمونز یا سرجری کے بارے میں بتانا چاہتا ہے تو آپ اسے خبر میں شامل کر سکتے ہیں بشرطیکہ ایسا کرنا خبر کی ضرورت ہو۔تاہم کسی کی جنسی شناخت کا انحصار سرجری یا ہارمونز پر نہیں ہوتا اور نہ انہیں لازمی طور پر عوامی مکالمے کا حصہ بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

5۔ سٹیریو ٹائپ سے گریز کریں۔تمام خواجہ سرا افراد جو اپنی جنس تبدیل نہیں کر سکتے ان کے بارے میں بھی صحافی کو اپنی ذاتی رائے دینے سے گریز کرنا چاہیے۔

6۔ کسی فرد کو پیدائش کے موقع پر دی گئی جنس، اس کی اصل جنس اور جنسی رجحان تین مختلف چیزیں ہیں۔ لیکن ہر فرد کے لیے ان کی یکساں اہمیت ہوتی ہے۔

صحافی کو کسی جرم کا نشانہ بننے والے خواجہ سرا افراد کے بارے میں خبر دیتے ہوئے خاص طور پر حساس ہونا چاہیے۔ خواجہ سرا افراد پر تشدد جیسے جرم کو سنسنی خیز نہ بنایا جائے۔متاثرہ فرد کے لباس، وضع قطع اور جسمانی خصوصیات بیان کرنے سے گریز کیا جائے اور یہ تاثر بھی نہ دیا جائے کہ متاثرہ فرد اپنی شناخت چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔اگر شبہ ہو کہ جرم کا باعث خواجہ سراؤں کے بارے میں نفرت یا تحقیر کا رویہ تھا تو اس تعصب کی نشان دہی کرنی چاہیے۔

اگر پولیس جرم کا نشانہ بننے والے فرد کو خواجہ سرا قرار دے تو معلوم کرنا چاہیے کہ کیا یہ اختراع متعلقہ فرد نے خود دی۔یہ پس منظر بیان کرنا اس لیے ضروری ہے کہ بہت سے لوگ خواجہ سرا افراد کو پیش آنے والے سماجی اور قانونی مسائل سے آگہی نہیں رکھتے۔

منافرانہ یا نفرت انگیز تحریر وتقریر اور صحافت کی اقدار

بیشتر صحافی سمجھتے ہیں کہ سچ بتانا ان کا فرض ہے اور اس فرض کا یہ حصہ ہے کہ پڑھنے اور سننے والوں کو آگاہ کیا جائے کہ کیا کہا جا رہا ہے اور کون کہہ رہا ہے۔تاہم بیشتر صحافی یہ فرض نبھاتے ہوئے صحافت کا ایک اور بنیادی اصول نظر انداز کر دیتے ہیں جو یہ ہے کہ کسی خبر سے ہونے والے ممکنہ نقصان کو کم سے کم کرنا چاہیے۔

سوال یہ ہے کہ صحافی یہ کیسے طے کریں کہ کیا قابل قبول ہے اور کیا ناقابل برداشت ہے۔وہ اپنے روزمرہ کام میں یہ اندازہ کیسے لگائیں کہ کون سا مواد نفرت پھیلانے کا باعث بن سکتا ہے۔منافرانہ یعنی نفرت انگیز اور اشتعال انگیز تحریر وتقریر کا ٹھیک ٹھیک تعین کرنا خاصا مشکل کام ہے۔اس کی کوئی متفقہ بین الاقوامی تعریف موجود نہیں ہے اور مختلف ممالک میں عوام کی قوتِ برداشت حیران کن طور پر مختلف ہوتی ہے۔اس پر خطر معاملے میں صحافیوں کو اس وسیع تر پس منظر کو ذہن میں رکھنا ہوتا ہے جس میں لوگ اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔انہیں صرف اس بات پر توجہ نہیں دینا ہوتی کہ کیا کہا گیا ہے بلکہ یہ بھی سوچنا پڑتا ہے کہ اس سے کیا نتیجہ نکالنا مقصود تھا۔یہ محض قانون یا سماجی طور پر قابل قبول رویے کا معاملہ نہیں ہے۔سوال یہ ہے کہ کیا کوئی تحریر وتقریر دوسروں کو نقصان پہنچانے کا باعث بن سکتی ہے۔خاص طور پر اگر اس کے نتیجے میں فوری تشدد کا امکان موجود ہو۔

صحافتی اخلاقیات پر کام کرنے والے بین الاقوامی نیٹ ورک (Ethical Journalism Network) نے اس ضمن میں ایک پانچ نکاتی ٹیسٹ تیار کیا ہے۔جس سے منافرانہ تحریر وتقریر کی شناخت کی جا سکتی ہے۔اس مشق میں یہ بتایا گیا ہے کہ خبر جمع کرتے ہوئے اور اسے مرتب کرتے ہوئے اور اس کی اشاعت کرتے ہوئے صحافیوں کو خود سے کیا سوال کرنا چاہیے۔

1۔بات کرنے والے کا عہدہ یا حیثیت

صحافیوں پر عام طور پر منافرانہ تقریر وتحریر کا الزام لگایا جاتا ہے۔واقعی بعض مبصرین اپنے مفاد کے مطابق دانستہ طور پر اشتعال انگیز اور نفرت انگیز گفتگو کے مرتکب بھی ہوتے ہیں۔لیکن صحافیوں کی ایک بڑی تعداد کا قصور صرف دوسروں کی کہی ہوئی منافرانہ باتوں کو رپورٹ کرنا ہوتا ہے۔

میڈیا پر آنے کا شوق رکھنے والے سیاست دان، مذہبی لیڈر اور دوسرے عناصر مسلسل میڈیا کو گھیرنے کی کوشش میں ہوتے ہیں۔یہ لوگ مہارت سے تنازعات پیدا کرتے ہیں تاکہ اپنے تعصّبات اور منافرانہ خیالات کے لیے تائید حاصل کی جا سکے۔ان لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ میڈیا ان کے سنسنی خیز دعوؤں اور رائے کو نمایاں جگہ دے۔بھلے ان کی تقریر وتحریر کیسی ہی اشتعال انگیز کیوں نہ ہو۔

صحافیوں اور مدیروں کو سمجھنا چاہیے کہ کسی کی کہی ہوئی کوئی بھی اشتعال انگیز بات خبر قرار نہیں پاتی۔صحافیوں کو جائزہ لینا چاہیے کہ یہ بات کس پس منظر میں کہی گئی ہے اور بات کہنے والے کا مقام اور شہرت کیا ہے۔

جو لوگ عوامی شناخت نہیں رکھتے ان کی طرف سے منافرانہ باتوں کو نظرانداز کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔خاص طور پر صحافیوں کو مقررین یا مصنفین کے الفاظ کا جائزہ لے کر حقائق کی پڑتال کرنی چاہیے اور احتیاط سے دیکھنا چاہیے کہ ایسی تقریر وتحریر کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے اور ایسی بات کرنے والے کی نیت کیا ہے۔صحافیوں کا کام کسی کی رائے کو جھٹلانا نہیں لیکن ان کے دعوؤں اور حقائق کی پڑتال کرنا ضروری ہے۔

تقریر وتحریر کی آزادی ہر شخص کا بنیادی حق ہے اور اس میں سیاست دان، مذہبی پیشوا اور دوسرے شعبوں سے تعلق

رکھنے والے عوامی رہنما بھی شامل ہیں۔صحافی کا یہ کام ہے کہ تمام شہریوں کی اس آزادی کو یقینی بنائے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگوں کو جھوٹ بولنے کا اجازت نامہ دے دیا جائے یا انہیں بدنیتی پر مبنی اشتعال انگیز افواہیں پھیلانے میں مدد دی جائے یا کسی گروہ کے خلاف تشدد اور نفرت پھیلانے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔جب ایسے سیاستدان یا مذہبی رہنما منافرانہ گفتگو کریں تو اچھی صحافت کو اسے بے نقاب کرنا چاہیے۔

2۔تقریر و تحریر کی رسائی

نجی محفلوں میں کی ہوئی نہایت نا قابل اشاعت بات چیت بھی بہت کم لوگوں تک پہنچتی ہے چنانچہ اس سے زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔لیکن اگر وہی تقریر و تحریر میڈیا اور انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلادی جائے تو اس کا پس منظر بدل جاتا ہے۔

صحافیوں کو یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ کیا متعلقہ فرد کی تقریر و تحریر کسی وقتی اشتعال کا نتیجہ تھی یا وہ بار بار دانستہ یہی حرکت کر رہا ہے۔کسی سیاسی یا مذہبی رہنمی کی کہی گئی بات کی خبریت جانچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ یہ ایک انفرادی واقعہ تھا یا متعلقہ فرد کا مستقل رویہ ہے۔اگر ایسی اشتعال انگیز بات بار بار دہرائی جاتی ہے تو زیادہ امکان یہ ہے کہ دانستہ طور پر نسلی،لسانی، مذہبی یا سیاسی بنیاد پر کسی گروہ کے خلاف نفرت پیدا کیا جارہی ہے۔اس سے معاشرے میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے اور صحافیوں کو اس کی نشرواشاعت میں محتاط ہونا چاہیے۔

3۔تقریر و تحریر کے مقاصد

عام طور پر اچھے اور باخبر صحافی فوراً بھانپ لیتے ہیں کہ کسی تقریر و تحریر کا مقصد جان بوجھ کر دوسرے افراد اور گروہوں کے انسانی حقوق پر حملہ کرنا ہے یا نہیں۔انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کیا ایسی تحریر و تقریر قانون کی خلاف ورزی کے زمرے میں ہو نہیں آتی۔یہ درست ہے کہ بعض اوقات صحافیوں کو کچھ اصول نظر انداز کرنا پڑتے ہیں لیکن انہیں کسی خبر کی نشرواشاعت کا فیصلہ کرتے ہوئے اس میں مضمر خطرات کا علم ہونا چاہیے۔

صحافیوں کی ایک خاص ذمہ داری یہ ہے کہ متعلقہ تقریر و تحریر کو درست تناظر میں رکھیں تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ ایسی بات کرنے والے شخص کا اصل مقصد کیا تھا۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ صحافیوں کو ان لوگوں کا قد چھوٹا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جس سے انہیں اختلاف ہوتا ہے۔انہیں محتاط رہنا چاہیے تاکہ لوگ منافرانہ اور اشتعال انگیز باتوں کا مطلب سمجھ سکیں۔اس ضمن میں بنیادی سوالات دو ہیں۔ایسی تقریر و تحریر سے بات کرنے والے کو کیا فائدہ ہوگا اور وہ کن مفادات کی آبیاری کر رہا ہے اور دوسرا سوال یہ کہ ایسی منافرانہ تقریر و تحریر کا نشانہ کون لوگ ہیں اور انہیں انفرادی یا اجتماعی طور پر کیا نقصان ہوسکتا ہے۔

4۔تحریر و تقریر کا مواد اور لہجہ

صحافی کو یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ متعلقہ تحریر و تقریر کس حد تک اشتعال انگیز ہے۔کیا اس میں براہ راست حملہ کیا گیا ہے۔اس کا لب ولہجہ کیا تھا۔کسی چائے خانے میں چند افراد کے سامنے کی جانے والی اور ایک بڑے جلسہ عام میں لاکھوں کے پرجوش ہجوم کے سامنے کی گئی تقریر میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

بہت سے لوگوں کے خیالات اور رائے دوسروں کے لیے تکلیف دہ ہوسکتی ہے۔رائے جرم نہیں ہوتی اور اپنی رائے کو دوسروں تک پہنچانا بھی جرم نہیں ہے لیکن اگر اس رائے کے بیان میں الفاظ اور مثالوں کا استعمال لوگوں کو تشدد پر اکسانے کا باعث بنے تو اس سے تباہ کن نتائج نکل سکتے ہیں۔

صحافیوں کو خود سے پوچھنا ہوتا ہے کہ کیا یہ تقریر و تحریر خطرناک ہے۔کیا یہ قانون کی خلاف ورزی پر مبنی ہے۔کیا اس سے معاشرے میں تشدد برپا ہوسکتا ہے اور کیا اس سے معاشرے میں مختلف گروہوں کے درمیان نفرت اور تفرقہ پھیلے گا۔ایسی تقریر و تحریر کا مرتکب شخص خود بھی قانون کی زد میں آسکتا ہے لیکن صحافیوں کو خبردار رہنا چاہیے کہ منافرانہ تقریر و تحریر کو نقل کرنے سے وہ خود بھی قانون کے شکنجے میں آسکتے ہیں۔

5۔معاشی،سماجی اور سیاسی ماحول

کسی تقریر و تحریر سے اس وقت زیادہ خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں جب معاشرے میں تناؤ اور تفرقہ پہلے سے موجود ہو اور رائے عامہ سیاسی یا مذہبی بنیادوں پر تقسیم ہوچکی ہو۔

صحافیوں کو کسی تقریر و تحریر کا جائزہ لیتے ہوئے مجموعی ماحول کا اندازہ بھی لگانا چاہیے مثلاً انتخابی مہم کے دوران مختلف سیاسی گروہوں میں اشتعال انگیز تقریر و تحریر کا امکان بڑھ جاتا ہے۔مذہبی بنیادوں پر تقسیم شدہ معاشروں میں کسی مذہبی تنازع کی پہلے سے موجودگی معمولی اشارے پر تشدد کا روپ اختیار کرلیتی ہے۔صحافیوں کو یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کسی تقریر و تحریر کا لب ولہجہ مناسب ہے۔حقائق پر مبنی ہے اور کیا اسے متعلقہ صورت حال میں محفوظ قرار دیا جاسکتا ہے۔اگر کسی منافرانہ تقریر و تحریر کے بارے میں خبر دیتے ہوئے بہت زیادہ خدشات ہیں تو اشتعال انگیز یا تحقیر آمیز الفاظ دہرانے کی بجائے صرف یہ کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ اس دوران تحقیر آمیز باتیں بھی کی گئیں۔مجموعی طور پر صحافی کو محتاط ہونا چاہیے۔انہیں علم ہونا چاہیے کہ کون سے مذہبی، سماجی، لسانی گروہوں میں پہلے سے امتیاز، تفرقے اور تعصب کے رجحانات موجود ہیں۔صحافی کے لیے کسی خاص گروہ کے ساتھ ترجیحی سلوک کرنا مناسب نہیں۔تاہم انہیں تعصب کا نشانہ بننے والے گروہوں کے بارے میں بحث ومباحثہ خطرناک صورت اختیار کرسکتا ہے۔

صحافی کے لیے خود سے یہ پوچھنا بہت ضروری ہے کہ کسی تقریر و تحریر سے لوگوں پر فوری طور پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔کیا امن عامہ کو یقینی بنایا جاسکے گا۔کیا کوئی خاص یا ترکیب یا اصلاح ایسی ہے جس سے معاملات بگڑ سکتے ہیں۔ایسے کسی جملے سے کسی پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔

عوامی برداشت کے بارے میں چیک لسٹ

سیاسی یا مذہبی بنیاد پر منافرانہ تقریر و تحریر کا جائزہ لیتے ہوئے ذیل کے سوالات ضرور اٹھانے چاہئیں تاکہ سنسنی خیزی سے بچا جاسکے۔

☆ یہ تقریر و تحریر اشتعال انگیز ہے لیکن اس کی خبر کے طور پر اہمیت کیا ہے۔بات کرنے والے کا ارادہ کیا ہے۔
☆ اس خبر کی نشرواشاعت سے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔
☆ کیا اس تقریر و تحریر سے جذبات مشتعل ہونے اور تشدد پھیلنے کا خدشہ ہے۔
☆ کیا یہ تقریر و تحریر حقائق پر مبنی ہے۔کیا اس میں کیے گئے دعوے قابل تصدیق ہیں۔

متنازع مواد کو ایڈیٹ کرتے ہوئے صحافی کو نشرواشاعت میں عجلت نہیں دکھانی چاہیے۔مناسب یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے رک کر خبر کے مندرجات پر غور کرلیا جائے۔

☆ کیا ہم نے کلیشے اور سٹیریو ٹائپ سے گریز کیا ہے۔
☆ کیا ہم نے تمام متعلقہ اور ضروری سوالات پوچھ لیے ہیں۔
☆ کیا ہم اپنے پڑھنے اور سننے والوں کی حساسیت کا خیال رکھ رہے ہیں۔
☆ کیا ہم نے زبان کے استعمال میں اعتدال کا مظاہرہ کیا ہے۔
☆ کیا خبر میں موجود تصویریں تشدد یا کسی کی نجی زندگی میں مداخلت تو نہیں کررہیں۔
☆ کیا ہم نے متاثرہ فریق سمیت تمام فریقین سے رائے لے لی ہے۔
☆ کیا ہماری خبر اخلاقی صحافت کے دائرے میں آتی ہے۔

خبر کی نشرواشاعت کا حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے تین سوال خود سے کرنا ہوتے ہیں۔

☆ کیا ہم نے ایک اچھی خبر تیار کیا ہے۔
☆ کیا اس خبر کے حوالے سے شکوک وشبہات موجود ہیں اور آخر میں یہ کہ
☆ کیا مجھے کسی کو لیگ سے رائے لے لینی چاہیے۔

(Hate Speach-A Five Point Test For Journalists by Eithical Journalism Network)

پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر میں برف میں ہاتھوں سے راستہ بناتی خواتین پولیو ورکرز

’برف باری ہو یا گولہ باری، کوشش ہوتی ہے کوئی بچہ قطروں سے محروم نہ رہ جائے‘

یہ وڈیو انھوں نے اس مقصد سے بنائی تا کہ لوگوں کو پتا چل سکے کہ ہم کتنی مشکلات کے باوجود اس خطے سے پولیو کے خاتمے کے لیے کام کر رہے ہیں

یہ الفاظ انٹرنیٹ پر وائرل اس وڈیو میں موجود دو میں سے ایک لیڈی ہیلتھ ورکر (گلشن بی بی) کے ہیں جو بنا کسی مدد کے خود برف میں راستہ بناتے ہوئے وادیِ نیلم کی تحصیل شاردا کے گاؤں اڑنگ کیل میں بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے جا رہی ہیں۔

پاکستان میں پولیو مہم کے دوران آپ نے اکثر 51 ڈگری سنٹی گریڈ میں سندھ کے ریگستانوں میں اونٹوں پر بیٹھے پولیو ورکرز سے لے کر شدید سردی کے موسم میں بلوچستان اور شمالی علاقہ جات کے برفیلے علاقوں میں کئی فٹ تک پڑی برف میں ویکسین کے ڈبے لٹکائے پولیو ورکرز کی تصاویر اور وڈیوز تو ضرور دیکھی ہوں گی۔۔لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ انھیں ان دشوار گزار علاقوں تک پہنچنے کے لیے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

گلشن بی بی بتاتی ہیں کہ ’کبھی گولہ باری ہوتی ہے تو کبھی تودے گرتے ہیں اور لینڈ سلائیڈنگ یا تودے تلے دب جانے کا خطرہ بھی رہتا ہے۔ جہاں گلیشیر ہو وہاں جان پر کھیل کر گزرنا پڑتا ہے لیکن ویکسین خراب نہ ہو جائے اور کوئی بچہ قطرے پینے سے محروم رہ نہ جائے، یہ یقینی بنانے کے لیے ہمیں ہر گھر جانا پڑتا ہے۔‘

مذکورہ وڈیو وائرل ہونے کے بعد سوشل میڈیا پر بے شمار افراد ان خواتین پولیو ورکرز کی ہمت کو سلام پیش کر رہے ہیں وہیں یہ ایسے سوالات بھی کیے جا رہے ہیں کہ 21 ویں صدی میں اتنی برف میں سے گزرنے کے لیے ان پولیو ورکرز کے پاس مناسب لباس، جوتے حتیٰ کے داستانے تک کیوں نہیں ہیں؟

یہ بھی پوچھا جا رہا ہے کہ ان بہادر خواتین کو برف میں چلنے کے لیے درکار ضروری سامان فراہم کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ اور یہ سوال بھی کیا جا رہا ہے کہ ان خواتین کے کام کو جاری رکھنے اور اس میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے کیا کیا جا رہا ہے؟ اور کیا انھیں ان مشکلات کے حساب سے جائز معاوضہ بھی ملتا ہے یا نہیں؟

کئی لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ بہادری نہیں ہے۔۔۔اگر وہ کام نہیں کریں گی تو انھیں معاوضہ نہیں ملے گا۔۔پیسے نہیں ہوں گے تو نہ سر پر چھت رہے گی اور نہ گھر میں راشن ہوگا۔۔وہیں کچھ لوگ یہ بھی کہتے نظر آئے کہ یقیناً بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے کی ضرورت ہے، لیکن اس برفانی طوفان کے گزر جانے کا انتظار بھی کیا جا سکتا تھا اور کارکنوں کو پہلے سے معاوضہ ادا کر کے انھیں اس ناقابلِ یقین حد تک غیر یقینی صورتحال سے بچایا جا سکتا تھا۔

کسی کو تشویش ہے کہ اتنے خراب موسم اور بغیر ضروری سامان کے ان کی جانوں کو خطرے میں ڈال کر فیلڈ میں کیوں بھیجا گیا تو وہیں پاکستان میں طبی عملے کے لیے سہولتوں کے فقدان کا بھی ذکر ہو رہا ہے۔

اس وڈیو کو دیکھنے کے بعد کئی لوگ اپنے تجربات بھی شیئر کر رہے ہیں کہ جب کبھی انھیں ایسی ہی برف سے گزرنا پڑا تو ان کے جسم پر کیا گزری۔

ایسے ہی سوالات کے جواب جاننے کے لیے بی بی سی نے وڈیو میں نظر آنے والی دونوں خواتین اور متعلقہ افسران سے رابطہ کیا۔

وڈیو میں نظر آنے والی خواتین 36 سالہ گلشن بی بی اور ان کی ساتھی 30 سالہ رفیعہ ہیں اور دونوں ہی ارنگ کیل کی رہائشی ہیں۔ گلشن بی بی لیڈی ہیلتھ ورکر ہیں جبکہ ان کی ساتھی رفیعہ سوشل ورکر ہیں اور دونوں سنہ 2003 سے نیشنل ہیلتھ پروگرام سے منسلک ہیں۔

مذکورہ وڈیو ویکسینیٹر مہتاب احمد نے بنائی ہیں۔ بی بی سی بات کرتے ہوئے مہتاب کا کہنا تھا کہ یہ وڈیو انھوں نے اس مقصد سے بنائی تا کہ لوگوں کو پتا چل سکے کہ ہم کتنی مشکلات کے باوجود اس خطے سے پولیو کے خاتمے کے لیے کام کر رہے ہیں۔

گلشن بتاتی ہیں کہ ان کے علاقے میں 5-6 فٹ تک برفباری ہوتی ہے اور اکثر موبائل سگنل بھی نہیں ہوتے اور بہت دشواریاں ہیں ’کبھی گولہ باری ہوتی ہے تو کبھی تودے گرتے ہیں اور لینڈ سلائیڈنگ کا خطرہ بھی رہتا ہے، کہیں برف یا تودے تلے گرے رہیں تو کسی کو کیا پتا چلے گا؟ اور اگر گلیشیر ہو تو جان پر کھیل کر گزرنا پڑتا ہے لیکن ویکسین خراب نہ ہو جائے اور کوئی بچہ قطرے پینے سے محروم رہ نہ جائے، یہ یقینی بنانے کے لیے چاہے کسی گھر میں بچہ موجود ہے یا نہیں، ہمیں ہر گھر جانا پڑتا ہے۔‘

انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ہسپتال کی جانب سے دستانے تو

دیے جاتے ہیں لیکن انھیں پہننے سے ہاتھوں میں بہت پسینہ آتا ہے جو ان کے کام میں رکاوٹ بنتا ہے لہذا وہ انھیں پہننے سے گریز ہی کرتی ہیں۔

رفیعہ نے بتایا کہ انھیں برف میں پہننے کے لیے مخصوص جوتے یا برف ہٹانے کے لیے کوئی چیز فراہم نہیں کی جاتی اور وہ اپنی مدد آپ کے تحت راستہ صاف کرتی ہیں اور عموماً اپنے گھر سے ہی بیلچہ یا برف ہٹانے کے لیے کوئی اور چیز ساتھ لے کر جاتی ہیں یا کبھی کبھار ہاتھوں اور پاؤں سے برف ہٹا کر راستہ بناتی ہیں جیسا کہ مذکورہ وڈیو میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

گلشن کہتی ہیں کہ انھوں نے کبھی اس بارے میں یہ سوچ کر نہیں پوچھا کہ 'کیا پتا کوئی ہماری مدد کرے یا نہ کرے'۔

ان کا کہنا تھا کہ 'کپڑوں سے لے کر جوتے تک سب گیلے ہو جاتے ہیں، سردی بھی لگتی ہے مگر چاہے برف ہو یا گولہ باری، ڈیوٹی تو کرنی ہے نا۔۔ ہم اپنی جان پر کھیل کر بچوں کو ویکسین پہنچاتے ہیں'۔

رفیعہ کے مطابق 'اتنی سردی میں جانے سے طبعیت اکثر بہت خراب بھی ہو جاتی ہے اور چار دن کی پولیو مہم کے بعد اگلے دو ہفتے تک دوائیاں کھانی پڑتی ہیں۔ مگر اپنی مجبوریوں اور اپنے بچوں کے لیے رزق کمانے کے لیے کام تو کرنا پڑتا ہے'۔

گلشن کا کہنا تھا کہ ان کی بس یہی کوشش ہے کہ اپنے بچوں کا مستقبل بنانے کے لیے رزقِ حلال کما سکیں اور اپنے خطے کو پولیو سے پاک رکھیں۔

پولیو ورکرز کو دی جانے والی سہولتوں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے وادیِ نیلم میں محکمہ صحت کے ایکسٹینڈڈ پروگرام فار ایمیونائزیشن (ای پی آئی) کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر ٹریننگ سمیرا گل کا کہنا تھا کہ ہم نے انھیں وزیبلٹی کے لیے جیکٹس اور چھتریاں دی ہیں اور جوتے یا کوئی مخصوص کپڑے فراہم نہیں کیے جاتے۔

گلشن اور رفیعہ کے مطابق پولیو مہم کے دنوں میں وہ صبح سات بجے سے شام چھ بجے تک گھر گھر جا کر قطرے پلانے کا کام کرتی ہیں اور خراب موسم کے باوجود ایک دن میں وہ تقریباً 15 سے 20 گھروں میں جا کر تقریباً 50 بچوں کو قطرے پلا پاتی ہیں لیکن اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ بہت زیادہ برف میں چل کر کسی بچے کے گھر تک پہنچیں مگر اس کے والدین نے قطرے پلانے سے انکار کر دیا۔

گلشن کا کہنا تھا کہ بچوں کو کسی ایک گھر میں اکٹھا بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس طرح کوئی نہ کوئی بچہ 'مس' ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے اور ان کی ذمہ داریوں میں ہر گھر پر مارکنگ اور بچوں کے انگوٹھوں پر نشان لگانا بھی شامل ہے جس کے لیے گھر گھر جائے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

علاقے کے لوگوں کی جانب سے مدد نہ ملنے کے بارے میں رفیعہ کا کہنا تھا کہ 'بس وہ اپنے بچوں کو قطرے پلانے کی اجازت دے دیں ہماری سب سے بڑی مدد تو یہی ہو گی'۔

رفیعہ نے بتایا کہ عورتوں کے لیے یہ کام زیادہ مشکل ہے اور اگر برف میں راستہ بنانے اور چلنے کے لیے ضروری سامان میسر ہو سکے جس سے وہ اپنی صحت بچا سکیں اور ان کے کام میں آسانی ہو سکے تو بہت اچھا ہو گا۔

'ہمیں بس یہی کہا جاتا ہے کہ اپنی احتیاط سے جائیں'

کیا خراب موسم کی صورت میں اس مہم کو کچھ دن کے لیے ملتوی کیا جا سکتا تھا؟ رفیعہ کا کہنا تھا کہ ہسپتال والوں کو سب پتا ہوتا ہے کہ موسم کیسا ہے اور ہمیں کتنی دور تک جانا پڑتا ہے لیکن 'ہمیں بس یہی کہا جاتا ہے کہ اپنی احتیاط سے جائیں اور کوشش کریں کہ کوئی بچہ قطرے پینے سے محروم نہ رہ جائے'۔

اس حوالے سے مظفر آباد میں پروونشل پروگرام مینیجر ڈاکٹر بشریٰ شمس کا کہنا تھا کہ یہ فیصلہ ہمارا نہیں ہوتا، یہ کیمپینز نیشنل لیول پر ڈیزائن اور پلان کی جاتی ہیں اور انھیں مخصوص دنوں میں ہی انجام دینا ہوتا ہے اور ہم تو بس احکامات پر عمل کرتے ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ 'موسمِ سرما کے لو سیزن میں کوشش کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بچوں تک پہنچا جا سکے تاکہ ہائی پیک سیزن شروع ہونے سے پہلے ہمارے لوگوں میں قوتِ مدافعت پیدا ہو چکی ہو'۔

ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ کسی علاقے میں رہنے والی خواتین کو اپنے علاقے اور موسم کے بارے میں سب سے بہتر معلومات ہوتی ہیں اور مہم میں شامل تمام خواتین اپنی مرضی سے اس میں حصہ لیتی ہیں 'اگر کسی خاتون کا نام مہم میں شامل نہ کیا جائے تو اس صورت میں وہ بہت برا مناتی ہیں'۔

ڈاکٹر بشریٰ کا کہنا تھا کہ حکومت مرکزی سڑکیں تو صاف کر دیتی ہے لیکن گھروں سے گھروں تک کا راستہ یہ لوگ خود بناتے ہیں۔ انھوں نے اعتراف کیا کہ ان کا علاقہ بہت دشوار گزار ہے اور انھیں فخر ہے کہ یہ خواتین اتنے مشکل حالات کے باوجود بچوں کو قطرے پلانے کے لیے گھروں سے باہر نکلتی ہیں۔

پولیو ورکرز کو دی جانے والی سہولتوں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے وادیِ نیلم میں محکمہ صحت کے ایکسٹینڈڈ پروگرام فار ایمیونائزیشن (ای پی آئی) کی اسسٹنٹ ڈائریکٹر ٹریننگ سمیرا گل کا کہنا تھا کہ ہم نے انھیں وزیبلٹی کے لیے جیکٹس اور چھتریاں دی ہیں اور جوتے یا کوئی مخصوص کپڑے فراہم نہیں کیے جاتے۔

سمیرا نے بتایا کہ وادیِ نیلم میں اس وقت 199 لیڈی ہیلتھ ورکرز موجود ہیں اور پوری کیمپین میں کل 256 ٹیمیں کام کر رہی ہیں جن میں ہر ٹیم ایک لیڈی ہیلتھ ورکر اور ایک سوشل ورکر یا کمیونٹی موبلائزر پر مشتمل ہوتی ہے۔

انھوں نے بتایا کہ طبعیت خراب ہونے یا اگر کوئی خاتون حمل سے ہو تو اس صورت میں انھیں مہم کے لیے فیلڈ میں نہیں بھیجا جاتا بلکہ ان کی جگہ کسی اور پروگرام سے خواتین کو قطرے پلانے کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔

ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ان کے علاقے کی عوام میں اس حوالے سے کافی آگاہی ہے اور وہ خواتین ورکرز سے بہت تعاون کرتے ہیں۔

پسماندہ علاقوں کے لوگ ہیں اور اپنی مجبوریوں کے لیے ہر کام کرتے ہیں

کیا اتنی دشواریوں میں گھر گھر جا کر قطرے پلانے کا معاوضہ جائز ہے؟ سمیرا گل کے مطابق ایک پولیو مہم پانچ دن تک چلتی ہے جس میں ان ورکرز کو فی دن ایک ہزار معاوضہ دیا جاتا ہے۔ تاہم دونوں خواتین نے بتایا کہ انھیں ایک پولیو کا مہم کا کل معاوضہ 3500 روپے دیا جاتا ہے۔

رفیعہ کا کہنا تھا کہ ہم پسماندہ علاقوں کے لوگ ہیں اور مجبوریوں کے لیے ہر کام کرتے ہیں جس کا جائز معاوضہ تک نہیں دیا جاتا۔

دونوں خواتین کے مطابق راستے کے مشکلات کے حساب سے انھیں ملنے والا معاوضہ بہت کم ہے اور اگر اس میں اضافہ کیا جا سکے تو انھیں خوشی ہو گی۔

ڈاکٹر بشریٰ کا کہنا تھا کہ ان کی خواہش ہے کہ اس ویڈیو کو دیکھنے کے بعد ان خواتین کو ملنے والے معاوضے میں اضافہ اور انھیں بہتر سہولیات فراہم ہو سکیں اور وہ ایسے کسی بھی اقدام کی حوصلہ افزائی کریں گی۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

تعلیم پر خصوصی توجہ دینے کا مطالبہ

حیدرآباد یوم تعلیم کے حوالے سے گورنمنٹ نیول رائے ہیرانند ہائی اسکول سے پریس کلب تک گورنمنٹ سیکنڈری ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع حیدرآباد اور پرائمری ٹیچرز ایسوسی ایشن (پ ٹ الف) حیدرآباد سٹی کی جانب سے مشترکہ ریلی نکالی گئی جس کی قیادت گسٹا ضلع حیدرآباد کے صدر محمود احمد چوہان، اور پ ٹ الف سٹی کے صدر روشن علی مشوری نے کی، ریلی کے دیگر شرکاء مین گسٹا کے عبدالقیوم شیخ، مبارک علی عباسی، گلفام نبی، یونس خان، پ ٹ الف کے عطا اللہ شاہ، فہیم عباسی، اقصیٰ مسرور، نازیہ چانڈیو ٹی ای او سیکنڈری اسماعیل لغاری، تعلقہ ایجوکیشن آفیسر سٹی حیدرآباد امداد علی گوپانگ و دیگر شامل تھے، اس موقع پر مقررین نے کہا کہ اگر حکمران تعلیم کے فروغ اور بہتری میں مخلص ہیں تو انہیں محکمہ تعلیم پر خصوصی توجہ دینی ہوگی۔ کنٹریکٹ نظام کو ختم، تمام اساتذہ کو مستقل، اساتذہ کے بچوں کو ملازمت میں حصہ تعلیمی اداروں میں فرنیچر اور دیگر بنیادی سہولیات فراہم اور تعلیمی اداروں کو فوری طور پر کھولنا ہوگا۔ ان کا کہنا تھا پہلے ہی طالبلعلموں کا بہت زیادہ تعلیمی نقصان ہو چکا ہے۔ اب نقصان کی تلافی کرنے کا وقت ہے۔

(لالا عبدالحلیم)

دونو جوان بیٹوں کو جان سے مار ڈالا

چمن چمن کے ہندسوز چوک کے علاقے میں قتل کی لرزہ خیز واردات میں ایک فرد لالئ علیزئی اچکزئی نے فائرنگ کرکے اپنے دو بیٹوں 17 سالہ محمد شفیق اور 15 سالہ محمد شریف کو قتل کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ بعدازاں ہمسایوں نے لاشوں کو چمن سول ہسپتال منتقل کر دیے۔ لیویز نے مقدمہ درج کر کے واقعے کی مزید تحقیقات کر رہی ہے۔ واضح رہے کہ لالئ علیزئی اچکزئی نے پہلے بھی گھریلو تنازعے کی بدولت فائرنگ کر کے اپنے بڑے بھائی کو قتل کیا تھا۔

(محمد صدیق شمشاد)

اپنی بیوی اور بچی کو قتل کردیا

چنیوٹ ابتدائی اطلاعات کے مطابق اعجاز ولد امیر سکنہ ٹبہ کمانگراں نے اپنی بیوی نازیہ عمر تقریباً 25 سال اور اپنی بیٹی ہانیہ عمر 6 ماہ کو تیز دھار آلیکے وار کر کے قتل کر دیا۔ اطلاع ملنے پر ایس ایچ او تھانہ سٹی موقع پر گئے جن کا کہنا تھا وقوعہ کی تحقیق کی جارہی ہے۔ پولیس کے مطابق حسب ضابطہ کاروائی عمل میں لائی جارہی ہے۔ واقعے کے اسباب کا سراغ لگانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

(سیف علی خان)

پولیس اہلکاروں کی جانب سے عورتوں کی تذلیل

مورو پولیس اہلکاروں نے خواتین کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر تشدد کرتے ہوئے گاڑی میں بٹھایا۔ علاقہ مکینیوں نے بتایا کہ خواتین پر چوری کا الزام لگایا گیا تھا اور مرد پولیس اہلکار نے خواتین کی تلاشی لی اور ان سے کچھ نہ ملنے پر بعدازاں انہیں چھوڑ دیا گیا۔ گرفتاری کے دوران خواتین اور ان کے بچے مدد کو پکارتے رہے مگر درجنوں شہری موجود ہونے کے باوجود انہیں کسی نے بھی نہیں بچایا۔ ایس ایس پی نوشہرو فیروز الطاف حسین لغاری نے پڈعیدن پولیس کی جانب سے خواتین پر تشدد کے معاملے کا نوٹس لے لیا۔ ایس ایس پی نوشہرو فیروز الطاف حسین لغاری نے خواتین پر تشدد کرنے والے پڈعیدن پولیس کے تمام اہلکاروں کو معطل کر دیا ہے۔ ایس ایس پی نوشہرو فیروز الطاف حسین لغاری نے کہا کہ شفاف انکوائری کے بعد عورتوں پہ تشدد میں ملوث تمام پولیس اہلکاروں کے خلاف محکمانہ کاروائی عمل میں لائی جائیگی۔

(الطاف حسین)

اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اقلیتی ڈیسک کا قیام

نواب شاہ ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولیس شہید بینظیر آباد ریجن مظہر نواز شیخ کی جانب سے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ ڈی آئی جی پولیس رینج آفیس سمیت تینوں اضلاع کے ایس ایس پیز کے دفاتر میں اقلیتی ڈیسک قائم کرنے کا اعلامیہ جاری کیا گیا ہے، جس پر فوری عملدرآمد کی ہدایت جاری کی گئی ہے یہ ڈیسک اقلیتی برادری کے نمائندوں کے ساتھ قریبی رابطہ رکھنے کے ساتھ ساتھ اقلیتوں کے مقدمات کی منصفانہ تفتیش کی نگرانی کریں گی جبکہ اقلیتوں کے مذہبی مقامات کے حفاظتی اقدامات کو یقینی بھی بنائیں گے۔ اقلیتوں کے مذہبی تہواروں کے لئے حفاظتی انتظامات کو یقینی بنانے کے علاوہ اقلیتوں سے متعلق واقعات کے ریکارڈ کو برقرار رکھنے اور میڈیا میں تشہیر بھی کریں گے۔ انسپکٹر ممتاز علی بروہی کو انچارج اقلیتی ڈیسک شہید بینظیر آباد ریجنل آفس مقرر کیا گیا ہے۔ ان کے موبائل نمبر 03003227303 یا آفس کنٹرول روم نمبر 02449370559 پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

(آصف البشر)

خواجہ سراؤں کی تقریب پر حملہ

جمرود جمرود خواجہ سراؤں کی محفل موسیقی جاری تھی کہ چند افراد نے اس پر دھاوا بول دیا۔ وہاں موجود لوگوں کو ہراساں کیا، اور خواجہ سراؤں کے ساز و سامان کو نقصان پہنچایا۔ پولیس نے اطلاع ملنے والی ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کرلیا تھا۔ اس رپورٹ کے تحریر ہونے تک، ایک ملزم کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ واقعے کے بعد خواجہ سراؤں نے احتجاج کرتے ہوئے، مطالبہ کیا کہ ملزمان کو فوری طور پر گرفتار کیا اور انہیں ان کے نقصانات کا ہرجانہ دلایا جائے۔

(منظور آفریدی)

لڑکی پر تیزاب پھینکنے والا ملزم گرفتار

حیدرآباد تھانہ پنیاری کی حدود ریپٹ آباد میں 16 سالہ لڑکی دعا پر تیزاب پھینکنے کا واقعہ پیش آیا تھا جس کے بعد فوری طور پر دعا کو اسپتال منتقل کیا گیا جہاں اس کو طبی امداد فراہم کی گئی۔ لڑکی کا کہنا تھا کہ دانش نامی لڑکے نے اس پر تیزاب پھینکا۔ پولیس نے فوری اور بروقت کاروائی کرتے ہوئے ملزم دانش ولد عبدالحمید کو گرفتار کرلیا جس سے مذید تفتیش جاری ہے۔

(لالا عبدالحلیم)

غیرت' کے تصور نے ایک اور جان لے لی

نواب شاہ 21 جنوری نوابشاہ کے نواحی علاقے سٹھ میل 60 میل میں غیرت کے نام پر بھائی نے سولہ سالہ بہن کو حنیف بروہی کے ہمراہ موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ تھانہ سٹھ میل پولیس کی حد میں واقع واسٹی بٹ کے رہائشی ملزم غلام علی بروہی نے غیرت کے نام پر اپنی غیر شادی شدہ 16 سالہ بہن اور ایک نوجوان حنیف بروہی کو بندوق کے فائر کر کے قتل کر دیا۔ واقع کی اطلاع ملتےہی ہولیس موقع پر پہنچ گئی۔ جائے وقوعہ سے شواہد جمع کر کے مقتولین کی نعشوں کو پوسٹ مارٹم کے لئے پیپلز میڈیکل اسپتال منتقل کر دیا گیا۔ ضابطے کی کاروائی کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کر دی گئیں۔ پولیس کے مطابق واقعہ کا روکاری کا شاخسانہ ہے ملزم غلام علی بروہی کو گرفتار کر کے قبضہ سے بندوق برآمد کرلی ہے۔

(آصف البشر)

چیک پوسٹوں پر مسافروں کو تنگ کیا جاتا ہے

نوشکی نوشکی سے صوبائی دارالحکومت کوئٹہ 145 کلومیٹر دور واقع ہے۔ نوشکی سے کوئٹہ جاتے ہوئے مسافروں کی 5 ایف سی، 4 لیویز، 2 پولیس اور 2 کسٹم کے چیک پوسٹوں سے گزرنا پڑتا ہیں چیک پوسٹوں پر مسافر بسوں اور چھوٹی گاڑیوں کو بھی روکا جاتا ہے۔ بیگز اور دیگر سامان کی تلاشی لی جاتی ہیں جس سے مسافروں کو مشکلات اور وقت کے ضیاع کا سامنا کرنا پڑتا ہیں اور یہ سلسلہ کئی سالوں سے جاری ہے۔ کوتل لیویز چیک پوسٹ سے 30 فٹ کے فاصلے پر ایف سی چیک پوسٹ ہے چیک پوسٹوں کی بڑی تعداد کی وجہ سے اس شاہراہ پر سفر کرنے والے ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے وہ کسی علاقہ غیر میں سفر کر رہے ہیں۔ دوسری جانب شاہراہ کی زبوں حالی نوشکی سے کوئٹہ تک آر سی ڈی شاہراہ پر درجنوں کا زبے واقع ہیں اور اسطرح دو گھنٹے کا سفر تین میں طے ہوتا ہے۔ نوشکی کے شہریوں نے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت کے ارباب اختیار سے اپیل کی ہے عوام کی مشکلات اور وقت کے ضیاع کو مد نظر رکھتے ہوئے مزکورہ چیک پوسٹوں کی تعداد میں کمی کی جائے تاکہ بلوچستان کے عوام کے احساس محرومی کا خاتمہ ہو دیگر تینوں صوبوں میں شاہراہوں پر اتنی چیک پوسٹیں نہیں ہیں بلوچستان میں ہر پانچ سے دس میل پر چیک پوسٹ بلوچستان کے عوام کے ساتھ ظلم ناانصافی اور انسانی حقوق کے خلاف ورزی کے زمرے میں آتی ہیں ان اقدامات سے عوام احساس محرومی کا شکار ہو رہے ہیں۔

(محمد سعید)

کمسن بچے پر جنسی تشدد

سرگودھا پولیس نے پانچ سالہ بچے سے جنسی زیادتی کا مقدمہ درج کر کے ملزم کو گرفتار کر لیا ہے۔ پولیس سرگودھا شہر کے علاقے جھال چکیاں کے چک نمبر 189 شمالی میں پانچ سالہ محمد سبحان کو علاقے کے ہی ایک شخص چاند نیور غلا کر اپنی ہوس کا نشانہ بناڈالا اور بچے کو حالت غیر میں چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ پولیس تھانہ جھال چکیاں نے بچے محمد سبحان کی والدہ شاھدہ بی بی کی رپورٹ پر ملزم چاند کے خلاف زیر دفعہ 377 ت پ مقدمہ درج کر کے ملزم کو گرفتار کر لیا ہے۔ واقعہ 23 دسمبر کو پیش آیا تھا۔

(نامہ نگار)

سندھ سبھا مارچ کی عورتوں پر تشدد کے لیے خلاف احتجاج

حیدرآباد سندھ یوتھ ایکشن کمیٹی کی اپیل پر جبری گمشدہ افراد کی بازیابی کیلئے کراچی سے راولپنڈی تک نکلنے والے سندھ سبھا مارچ کو اوباڑو میں روکنے اور مارچ میں شریک خواتین پر تشدد و گرفتاریوں کیخلاف حیدرآباد پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ اور علامتی بھوک ہڑتال کی گئی اس موقع پر سندھ یوتھ ایکشن کمیٹی کی چیئر پرسن سندھو نواز گھانگرو، حمزہ علی چانڈیو، سہیل بھٹو، نیاز کالانی اور ذوالفقار ہالیپوٹو نے کہا کہ دنیا کا کوئی بھی قانون یہ نہیں کہتا کہ حقوق کی بات کرنے والوں کی آواز دبانے کیلئے انہیں ہراساں، گرفتار یا انہیں جبری طور پر لاپتہ کر دیا جائے سندھ سبھا مارچ میں شریک خواتین پر اوباڑو پولیس نے تشدد کر کے یزید کے دور کی یاد تازہ کر دی تاہم ظالموں کو یہ خبر ہونا چاہئے آہیں عرش پر پہنچتی ہیں اوباڑو پولیس کیخلاف اعلی عدالتیں نوٹس لے کر کارروائی کریں اور جبری لاپتہ سندھ و بلوچستان کے افراد کو بازیاب کرایا جائے اگر ان پر کوئی الزام ہے تو عدالتوں میں پیش کیا انسانی حقوق کے عالمی ادارے سندھ اور بلوچستان میں ظلم کیخلاف آواز اٹھائیں دوسری صورت میں سخت احتجاجی تحریک چلائی جائے گی۔

(لالا عبدالحلیم)

دیرینہ دشمنی پر جان لے لی

اوکاڑہ بصیرپور کے محلّہ غوث پور کے قریب ریلوے لائن کے پاس وحید نامی شخص نے اپنے بھائی کے قتل کے ملزم ریاض کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ وجہ عناد یہ ہے کہ وحید کے بھائی مرتضیٰ کو کچھ عرصہ قبل مقتول ریاض نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا جس کے مقدمہ میں وہ جیل چلا گیا اور 13 سال سزا کاٹ کر چند روز قبل ہی رہا ہو کر واپس آیا تھا۔ بصیرپور پولیس نے وحید کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ وقوعہ 25 دسمبر کو پیش آیا تھا۔

(اصغر حسین حماد)

بدامنی کی فضا پر قابو پایا جائے

مورو مورو کے قریب گاؤں درس کے مقام پر ابڑا اور سولنگی برادری کے دو گروپوں میں زمین کے تنازہ پر جھگڑے سے درجنوں افراد زخمی ہوئے ہیں۔ مورو اور اس کے آس پاس کے گاؤں میں مسلسل کئی روز سے برادریوں کے جھگڑوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، مگر متعلقہ انتظامیہ مسئلے پر غور کرنے کو تیار دکھائی نہیں دیتی۔ مورو کے نزدیک درس کے مقام پر زمین کے تنازہ پر سولنگی اور ابڑا برادری کے لوگوں میں جھگڑا ہو گیا جس کے باعث ضمیر حسین ماچھی، ظہیر ماچھی اور دیگر افراد زخمی ہو گئے، جن کو زخمی حالت میں تعلقہ ہاسپٹل مورو لایا گیا جہاں علاج کے بعد تشویشناک حالت کے مریضوں کو نوابشاہ ہاسپٹل منتقل کر دیا گیا ہے۔ علاقے میں خوف و ہراس کی فضا برقرار ہے۔ علاقہ کے مکینوں اور سیاسی و سماجی لوگوں نے مطالبہ کیا ہے کہ مورو شہر میں ایماندار آفیسرز تعینات کیے جائیں اور علاقے میں امن امان قائم کیا جائے۔

(الطاف حسین)

پینے کے پانی کی عدم دستیابی کا مسئلہ

اوکاڑہ ٹاؤن کمیٹی بصیرپور کی ملکیتی واحد واٹر سپلائی اسکیم جو کہ مقامی شہریوں کو صاف پانی فراہم کرتی ہے گزشتہ سات ماہ سے بند پڑی ہے۔ اس اسکیم کے ٹیوب ویل کا بور خراب ہو گیا تھا۔ ٹاؤن کمیٹی ہذا نے تاحال اس اسکیم کی بحالی کے لیے کوئی اقدامات نہیں کئے ہیں۔ مذکورہ صورت حال کے وجہ سے مقامی شہری شدید تشویش میں مبتلا ہیں۔ مقامی شہریوں نے ڈپٹی کمشنر اوکاڑہ سے مطالبہ کیا ہے کہ مذکورہ صورت حال کا نوٹس لیا جائے اور اس اسکیم کے بحالی کے لیے فوری اقدامات کئے جائیں۔

(اصغر حسین حماد)

'عزت' کے نام پر ماں کی جان لے لی

نواب شاہ 29 دسمبر کو ضلع شہید بینظیر آباد کی تحصیل سکرنڈ میں ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا جس میں بیٹے نے اپنی ہی سگی ماں کو کلہاڑیوں کے وار کر کے قتل کر دیا۔ ملنے والی معلومات کے مطابق گاوں ساندکیریو کے رہائشی اعجاز علی نے اپنی سگی ماں صاحب خاتون کو کلہاڑیوں کے وار کر کے قتل کر دیا، اس ضمن میں بتایا گیا ہے کہ ملزم اعجاز اور بہن کے درمیان لڑائی کے دوران ماں صاحب خاتون نے بیچ بچاؤ کروایا تو بیٹے نے ماں کو ہی کلہاڑیوں کے وار کر کے قتل کر دیا۔ مبینہ طور پر ملزم نے اپنی ماں پر بدکار ہونے کا الزام لگایا جس پر بہن نے جھگڑا کیا تو ملزم نے بہن سے دستدرازی کی۔ اس دوران صاحب خاتون نے بچاؤ کرایا۔ اسی اثنا میں ملزم نے کلہاڑی کے وار کر کے ماں کو قتل کر دیا۔ نعش کو پوسٹ مارٹم کے لیے سکرنڈ ہسپتال منتقل کر دیا پوسٹ مارٹم کے بعد مقتولہ کی نعش ورثا کے حوالے کر دی گئی۔ جب کہ ملزم اعجاز علی کو پولیس نے حراست میں لیکر تفتیش شروع کر دی ہے۔ ملزم نے اعتراف جرم کر لیا ہے۔

(آصف البشر)

اسامہ ستی قتل: متعلقہ ایس پی اور ڈی ایس پی کے خلاف کارروائی کی سفارش

اسلام آباد اسلام آباد میں 21 سالہ اسامہ ستی قتل کی جوڈیشل انکوائری رپورٹ مکمل کر لی گئی جس میں متعلقہ ایس پی اور ڈی ایس پی کے خلاف کارروائی کی بھی سفارش کی گئی ہے۔ جوڈیشل انکوائری ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ رانا محمد وقاص نے کی۔ چیف کمشنر اسلام آباد نے جوڈیشل انکوائری کی رپورٹ وزارت داخلہ میں جمع کرادی، جس میں سفارش کی گئی ہے کہ انسداد دہشت گردی اسکواڈ (اے ٹی ایس) کمانڈوز کی تعیناتی ماہر نفسیات کی رائے اور کارکردگی کی بنیاد ہونی چاہیے۔ رپورٹ میں سفارش کی گئی ہے کہ اے ٹی ایس اہلکاروں کو باقاعدہ فورسز کے ساتھ مل کر کام کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، ان کی خدمات سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس پی) کی منظوری کے بغیر نہیں لی جانی چاہئیں۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا کہ وائرلیس ریکارڈ اہم شواہد سمجھا جاتا ہے لہٰذا انسپکٹر جنرل (آئی جی) نظام کی بہتری کے لیے اقدامات کریں اور اہلکاروں کو ہدایت دیں کہ سنسنی خیزی کے بجائے واقعے کی حقیقی تفصیلات دیں۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ پولیس مانیٹرنگ کا نظام کمزور ہے، موقع پر موجود سینیئر پولیس افسر کو صورتحال کا کنٹرول لینا چاہیے تھا۔ جوڈیشل انکوائری رپورٹ میں متعلقہ ایس پی اور ڈی ایس پی کے خلاف کارروائی کی بھی سفارش کرتے ہوئے کہا گیا ہے دونوں افسران نے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا۔ رپورٹ میں مزید سفارش کی گئی ہے کہ ملوث ملزمان کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے تحت مقدمہ چلایا جائے۔ اسامہ ستی قتل کیس کی ہائی کورٹ کے جج سے جوڈیشل انکوائری کرانے کی سمری بھی وزارت داخلہ کو ارسال کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ 3 جنوری کو اسلام آباد پولیس کے محکمہ انسداد دہشت گردی (سی ٹی ڈی) کے 5 اہلکاروں نے فائرنگ کر کے ایک نوجوان اسامہ ستی کو جاں بحق کر دیا تھا۔ بعدازاں وزیراعظم عمران خان نے اسلام آباد میں نوجوان اسامہ ستی کے قتل کا نوٹس لیتے ہوئے وزارت داخلہ شیخ رشید احمد کو ہدایت کی تھی کہ وہ 24 گھنٹوں میں رپورٹ پیش کریں۔ علاوہ ازیں جوڈیشل مجسٹریٹ نے قتل میں ملوث 5 اہلکاروں کو 3 روزہ جسمانی ریمانڈ پر پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔ ایف آئی آر میں والد ندیم ستی نے مؤقف اپنایا تھا کہ قتل سے ایک دن قبل ان کے بیٹے کا سی ٹی ڈی اہلکاروں کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا اور پولیس اہلکاروں نے اسے مزہ چکھانے کی دھمکی دی تھی۔ مذکورہ ایف آئی آر کے مطابق 2 جنوری کی رات 2 بجے جب اسامہ سیکٹر ایچ-11 میں ایک دوست کو چھوڑ کر واپس آ رہا تھا تو پولیس حکام نے اس کی گاڑی کو روکا اور چاروں طرف سے فائر کیے جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ تاہم پولیس کے ترجمان کے بیان میں یہ کہا گیا تھا کہ سیکیورٹی اہلکاروں کو تقریباً ڈیڑھ بجے کال موصول ہوئی کہ سفید گاڑی میں موجود کچھ ڈکیت سیکٹر ایچ-13 تھانہ شمس کالونی کی حدود میں ڈکیتی کر کے آ رہے ہیں، اطلاع موصول ہونے پر پیٹرول ڈیوٹی پر موجود پولیس اہلکاروں نے ردعمل دیا اور سیاہ شیشوں والی سوزوکی کار کو روکنے کی کوشش کی۔ بیان میں کہا گیا تھا کہ تاہم پولیس حکام کی جانب سے متعدد مرتبہ کہنے کے باوجود ڈرائیور نے گاڑی نہیں روکی، جس پر پولیس اہلکاروں نے 5 کلومیٹر تک اس کا پیچھا کیا لیکن ڈرائیور نے گاڑی ہلکی نہیں کی، بالآخر پولیس نے گاڑی پر فائر کیے لیکن بدقسمتی سے وہ ڈرائیور کو لگے اور وہ زخمی ہو گیا۔ اس بیان میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ انسپکٹر جنرل آف پولیس (آئی جی پی) محمد عامر ذوالفقار خان نے فوری طور پر ایک انکوائری کمیٹی تشکیل دی جس کی سربراہی ڈی آئی جی وقار الدین سید کو سونپی گئی اور سب انسپکٹر افتخار احمد اور کانسٹیبلز مدثر مختار، شکیل احمد، سعید احمد اور محمد مصطفیٰ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ بعدازاں اسامہ ستی کے قتل سے متعلق تمام ریکارڈ سینئر افسران کی ہدایت کے تحت اسلام آباد پولیس نے سیل کر دیا گیا تھا۔ پولیس افسران نے نام نہ ظاہر کرنے کی شرط پر ڈان کو بتایا تھا کہ ریکارڈ سیل کر دیے گئے ہیں کیونکہ اس میں تضاد ہے۔ دو ریکارڈ میں دیکھا گیا تھا کہ پولیس نوجوان کی گاڑی روکنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ علاوہ ازیں کمشنر کی ہدایت پر واقعے کی عدالتی انکوائری بھی شروع کر دی گئی ہے۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ رانا محمد وقاص نے پولیس عہدیداروں کے بیانات بھی ریکارڈ کیے اور جائے وقوع کا معائنہ کیا تھا۔ بعدازاں 8 جنوری 2021 کو سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس (ایس ایس پی) اسلام آباد نے قتل کیس میں ملوث محکمہ انسداد دہشت گردی کے پانچوں اہلکاروں کو برطرف کر دیا تھا۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

جواں سال کھلاڑی کا قتل

باجوڑ باجوڑ میں ایک جواں سال لڑکے کے قتل کا واقعہ پیش آیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق تحصیل ماموند کے علاقے ترخو میں ماموند والی بال کلب کے کھلاڑی صلاح الدین ولد باچا سید والی بال کے میچ سے واپس اپنے گھر جا رہے تھے کہ راستے میں چند نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے انہیں قتل کر دیا۔ قاتل واردات کے بعد فرار ہو گئے۔ پولیس نے نعش کا پوسٹ مارٹم کروانے کے بعد نعش مقتول کے ورثا کے حوالے کر دی اور نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے۔

(مسعود شاہ)

مسیحی گھرانوں کو مسمار کر دیا گیا

لنڈی کوتل لنڈی کوتل میں قیام پاکستان سے آباد کرسچن کمیونٹی کے چھ گھروں میں آباد چھ خاندانوں کو بے گھر کر دیا گیا۔ جیل میں توسیع کی غرض سے نئی تعمیر اور پولیس کے لئے سرکاری دفاتر کی تعمیر کی غرض سے یہاں کے گھروں میں رہائش پذیر تیس خاندانوں کو گھر خالی کرنے کا نوٹس دیا گیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اسسٹنٹ کمشنر لنڈی کوتل محمد عمران نے ایک خاندان کو تحصیل کمپاؤنڈ کے اندر عارضی بنیاد پر رہنے کے لئے گھر دیا جبکہ ایک خاندان کو پی ٹی وی کالونی میں گھر دیا گیا جبکہ باقی چار گھرانے تاحال ادھر ادھر ٹھوکریں مارنے پر مجبور ہیں۔ ارشد مسیح اور مختیار عالم نے کہا کہ کرسچن کمیونٹی کے گھروں کو مسمار کرنا ظلم ہے۔ انہوں نے کہا کہ تحصیل کمپاؤنڈ میں جیل کے احاطے میں قائم ان کے گھروں کو مسمار کرنے سے وہ دربدر ہو گئے۔ 15 دنوں کے مختصر نوٹس پر ان کو گھر خالی کرانے کا کہنا کہاں کا انصاف ہے؟ کوئی متبادل جگہ بھی نہیں دی گئی ہے، ہماری خواتین اور بچے بے گھر ہو کر کہاں جائیں گے، جیل میں توسیع کے منصوبے کو اس وقت تک موخر کر دیا جانا چاہئے تھا جب تک ان کو متبادل جگہیں نہ دی جاتیں۔ ارشد مسیح نے بتایا کہ ان کا خاندان قیام پاکستان سے پہلے یہاں مقیم ہے اور مختصر نوٹس پر ان کو گھر خالی کرنے کا حکم دینا انصاف کی بات نہیں، حکومت کو چاہئے تھا کہ ایک سال پہلے بتا دیتی۔ انہوں نے کہا کہ کرسچن کمیونٹی کے لئے فنڈز ملنا چاہئیں تاکہ وہ اپنے گھر بنا سکیں، فی الحال چھ گھروں کو مسمار کر دیا گیا جس میں تیس خاندانوں کے افراد رہائش پذیر تھے۔ (مسعود شاہ خیبر)

ٹاؤن کمیٹیوں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی یقینی بنائی جائے

میانوالی ایک سال پہلے ضلع میانوالی کے پانچ شہروں کو ٹاؤن کمیٹی کا درجہ دیا گیا تھا جن میں چکڑالہ، سوانس، موچھ، پکی شاہ مردان اور واں بھچراں شامل ہیں۔ ان ٹاؤن کمیٹیوں کو اب تک کسی قسم کے فنڈز نہیں دیے گئے۔ یہاں پر عملے اور دیگر وسائل کی شدید قلت ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو بنیادی مسائل کے حل کے لیے بھی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان ٹاؤن کمیٹیوں میں صفائی کا نظام نہ ہونے کے برابر ہے۔ پانی کی نکاسی کا انتظام انتہائی ناقص ہے۔ علاقے کے سیاسی و سماجی رہنماؤں کا کہنا ہے کہ علاقے کے بنیادی مسائل کے مؤثر حل کے لیے ان ٹاؤن کمیٹیوں کو فعال کیا جائے، اور اس مقصد کے لیے ضروری وسائل فراہم کیے جائیں۔ (میاں رفیق)

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، بااختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جاسکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھربار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جاسکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
دفعہ - 21	(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہوسکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشونما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

Human Rights Commission of Pakistan

جہد حق

Monthly **JEHD-E-HAQ**

7 جنوری، اسلام آباد: سول سوسائٹی نے ہزارہ برادری کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے پرامن احتجاج کا اہتمام کیا

اظہارِلاتعلق: براہِ مہربانی نوٹ کرلیں کہ فریڈرک نومان فاؤنڈیشن فار فریڈم (ایف این ایف) کا جہدِ حق کے متن سے مُتفق ہونا ضروری نہیں۔ لہٰذا، جہدِ حق میں شامل موادو خیالات کی ذمہ داری کسی طور پر بھی ایف این ایف پر عائد نہیں کی جاسکتی۔

اظہارِ تشکّر: جہدِ حق کی اشاعت کے لیے فریڈرک نومان فاؤنڈیشن فار فریڈم (ایف این ایف) نے مالی معاونت کی ہے جس کے لیے ایچ آر سی پی، ایف این ایف کا انتہائی مشکور ہے۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org

پرنٹر : مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15